Towers سے اونچی عمارت کہا جاتا ہے ورنہ سیرس ٹاورس کا انٹینا پٹروناس سے اونچا ہے۔ سیرس ٹاور دنیا کی تیسری اونچی عمارت ہے۔

ان دنوں دنیا کی سب سے اونچی عمارت Taipei101 ہے، جس کا افتتاح 31 دسمبر 2004 کو ہوا یہ تائیوان کے صدر مقام Taipeu میں بنائی گئی۔ یہ عمارت 671 فٹ یا 509 میٹر اونچی ہے۔ اس کا ڈیزائن C.Y.Lee نے دیا اس میں 101 منزلیں ہیں۔ اس میں موجود لفٹس خاص قسم کے ہیں، جن کی قیمت فی لفٹ دو ملین امریکی ڈالر ہیں۔ اس بلڈنگ کی اہم خصوصیت بہت زیادہ اونچائی پر بنایا گیا مشاہدہ پلیٹ فارم ہے۔ زلزلے کے اثرات سے بچانے کیلئے اس میں Mass Damper System لگایا گیا ہے۔ اس مقصد کے لیے 800 میٹر ٹن گول اسٹیل کی ساخت 88 ویں منزل اوپر لگائی گئی ہے۔ یہ نظام Swinting Sphere کو منتقل کرتا ہے، جس کی وجہ سے عمارت میں ایک خاص توازن پیدا ہوتا ہے تاکہ عمارت زلزلوں کے جھٹکوں کو سہار سکے۔ چونکہ چین میں 8 کے ہندسے کو کامیابی کی علامت سمجھا جاتا ہے اسی لیے یہ عمارت بھی آٹھ حصوں میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ اس عمارت میں 1800 موٹر گاڑیوں کے لیے پارکنگ کی سہولت ہے۔ چوتھے نمبر پر Jin Mao Towers پانچویں منزل پر Two International Finances چھٹی نمبر پر CITIC Plaza اور ساتویں منزل پر Shun Hing Square ہے۔

ویسے ان دنوں عقل کو حیرت میں ڈالنے والی ایک عمارت کی تعمیر شروع ہو چکی ہے، جس کا نام Bruj Dubai ہے برج دوبئی ایک عظیم عمارت ہوگی، جس کی تعمیر 2008 تک متوقع ہے، یہ عمارت موجودہ بلند ترین عمارت Taipei101 سے تقریباً 300 میٹر اونچی ہوگی، یعنی ایسا تصور کیجئے جیسے کسی نے آج کی سب سے اونچی عمارت پر مشہور زمانہ 102 منزلہ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ اٹھا کر رکھ دی ہو۔ یہ عمارت 160 منزلہ ہوگی، اور اس کی اونچائی 800 میٹر ہوگی اس کا ڈیزائن ہوا کی مزاحمت کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہے۔ اس کے آرکٹک Skidmore ہیں یہ انسانی ہاتھوں کی بنائی گئی سب سے اونچی تعمیر CNT Tower ٹورنٹو سے بھی بہت زیادہ اونچی ہوگی بلکہ یہ دنیا کے سب سے اونچے ٹاور KTHI ٹاور ڈکوٹا سے بھی اونچی ہوگی۔

□□□

گھر ایک عرب صحافی کی نظر میں

"ہمارے گھر ہمارے بھیدوں کی حفاظت گاہ اور ہماری ضرورتوں کے مرکز اور ہماری اپنی بیویوں سے ملاقات کے ٹھکانے ہیں اور ہمارے بچوں اور بچیوں کے لئے راحت و آسودگی کی پرورش گاہیں ہیں.......... اس لئے یہ حرام ہے کہ اس کے راز افشا ہوں اور ان کی پردہ دری کی جائے، ہمارے گھروں میں بھید اور اسرار کی بعض ایسی باتیں ہیں، جن کے بارے میں دین کو یہ ہرگز پسند نہیں کہ ان پر کسی کی نظر پڑے اور ہمارے ان ٹھکانوں میں ہماری عزت و آبرو ہے، یہ ہرگز قابل برداشت نہیں کہ اس کو کوئی خراش لگے یا اس کو کوئی ہاتھ لگائے۔"

● .... اسماء لطیف

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

١٠٣٣٨
١٧٩-٦٦

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

شمارہ ۱	جنوری ۲۰۰۷ء	جلد ۵۱

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی
• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ

برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ : ۱۰ روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۲/۵۴/۱۷ محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸

Phone : 91 - 0522 - 2270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 2281223

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- چند لمحے-رسولؐ کے ساتھ .... مولانا یوسف اصلاحی ۶
- اسلام امن عالم کا پیامی .... مفتی سلمان منصور پوری ۱۱
- سبق آموز واقعات .... مولانا مبین احمد اعظمی ۱۵
- دو عظیم نعمتیں .... محمد صادق حسین ۱۷
- آدمی کی پہچان اس کے دوستوں سے ہے ۱۸
- ایمان ویقین کے حیرت انگیز نمونے .... مفتی اشتیاق احمد ۲۰
- تحفظ صحت-قرآن وسائنس کی روشنی میں ڈاکٹر برکت اللہ ندوی ... ۲۳
- مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی-اسباب وعلاج ...... مفتی عمران اللہ ... ۲۶
- شداد کا نقش ثانی-حسن بن صباح .... محمود جمال ۲۹
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی ۳۵
- سیب ایک پھل، ایک دوا ۳۷
- ملائیشیا کی دو اونچی عمارات .... ڈاکٹر عزیز احمد عرشی ۳۹

اپنی بہنوں سے

مدیر

جنوری سے نیا سال شروع ہو رہا ہے ماہنامہ ''رضوان'' کا یہ ۵۱واں سال ہے۔ دسمبر ۲۰۰۶ء کے شمارہ پر الحمد للہ پچاس سال پورے ہوگئے۔ ''رضوان'' جب سے جاری ہوا اس وقت سے اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، جب کہ متعدد بار ایسا وقت آیا اور ایسی مشکلات پیش آئیں کہ اس کا جاری رہنا ناممکن معلوم ہوتا تھا اور ہر شمارہ لگتا تھا کہ آخری ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ فضل فرمایا اور اس کی مہربانی سے رسالہ جاری رہا اور جو خدمت ممکن ہوسکی وہ کی جاتی رہی۔ یہ محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے، جس کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے، شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ کہ اس نے اپنے کمزور اور ناتواں بندوں سے اپنے دین کی خدمت اور اس دین کی خدمت کے راستہ پر مسلسل چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائی۔

ہم اس نئے سال کی ابتداء کے موقع پر عہد کرتے ہیں کہ اس رسالہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد کے بھروسہ اور اس کی مدد پر یقین رکھتے ہوئے دین کی خدمت اسلام کی اشاعت اور اسلامی معاشرہ کے قیام کی جدوجہد میں مصروف رکھیں گے، اور اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو مزید قوت، حوصلہ اور دینی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس خدمت کو محض اپنے فضل وکرم سے قبولیت عطا فرمائے اور ادارہ کے کارکنوں کو ہر شر سے بچا کر اپنے حفظ وامان میں رکھے، آمین۔

ہم اپنے بہن بھائیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ ماہنامہ ''رضوان'' کی توسیع واشاعت میں حصہ لیں اور زیادہ سے زیادہ بہن بھائیوں کو پہونچائیں تاکہ دین کی یہ آواز جاری بھی رہے اور اس کا فائدہ مزید عام ہو، اس وقت جبکہ اسلام مخالف اور حیاء وپاکدامنی کو تارتار کرنے والے رسالے عام کئے جارہے ہیں اور مسلم معاشرہ کو برباد کرنے اور مغربی اقدار کو عام کرنے کی جان توڑ کوششیں کی جارہی ہیں اس طرح حیوانی زندگی اور طریقوں کو مسلمان گھرانوں میں داخل کیا جارہا ہے، ہم میں سے ہر بہن بھائی کا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ہر اسلام دشمن تحریک اور کوشش کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑا ہو جائے اور اس طوفان بلاخیز کو آگے بڑھنے سے روک دے، جب ہم ایسا کریں گے تبھی ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو ہوں گے۔ اور کفر وشرک بے حیائی کی کالی آندھی ختم ہوگی اور ایمان کی باد بہاری چلے گی۔

حدیث کی روشنی میں

آداب سفر

امۃ اللہ تسنیم

جمعرات کا سفر

حضرت کعبؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ غزوۂ تبوک کو جمعرات کے دن چلے۔ اور آپ جمعرات ہی کا سفر پسند فرماتے تھے۔

(بخاری۔ مسلم)

اور بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ جمعرات کے علاوہ اور دن میں کم ہی سفر کرتے تھے۔

اوّل وقت کی برکت

حضرت صخرہ بن وداعہ غامدیؓ صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ میری امت کیلئے دن کے پہلے پہر میں برکت دے اور جب آپ کوئی سَرِیہ یا لشکر بھیجتے تو صبح سویرے ان کو روانہ کرتے۔ صخرہ تاجر تھے۔ وہ اپنی تجارت کا مال صبح سویرے بھیجا کرتے تھے تو ان کا مال خوب بڑھا اور بڑے دولت مند ہو گئے۔

تنہا سفر کا نقصان

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگ اگر تنہا سفر کرنے کا نقصان جیسا میں جانتا ہوں جان لیں تو کبھی کوئی سوار رات کو سفر نہ کرے۔

(بخاری)

حضرت عمر بن شعیبؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان اور تین سوار قافلہ ہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

سفر کا امیر

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک کو امیر بنا لیا جائے۔ (ابوداؤد)

بہتر ساتھی

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہتر ساتھی چار ہیں (یعنی چار ساتھی شریک سفر ہوں تو بہتر ہے) اور بہتر سریہ چار سو کا ہے اور بہتر لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار قلت کے سبب مغلوب نہیں ہوتے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

سواری کے حقوق

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم سبزہ زار میں سفر کرو تو اونٹوں کو زمین سے اس کا حق دو (یعنی میانہ روی اختیار کرو کہ وہ چرتے ہوئے چلیں) اور جب تم بنجر زمین پر سفر کرو تو چلنے میں جلدی کرو تا کہ ہلکان اور لاغر ہونے سے پہلے منزل پر پہنچ جائیں۔ اور جب آخر شب میں منزل پر اترو تو شارع عام اور گزرگاہوں کو چھوڑو، اس لئے کہ وہ جانوروں اور حشرات الارض کی جگہ ہے۔

آنحضرتؐ کے آرام کا طریقہ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اترتے تھے تو اپنے دائیں پہلو پر آرام فرماتے تھے اور جب صبح سے پہلے اُترتے تو اپنا داہنا ہاتھ کھڑا کر لیتے تھے اور ہتھیلی پر سرِ مبارک ٹیک (۱) لیتے تھے۔ (مسلم)

رات کو سفر کرنے کی ہدایت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کو لازماً رات کو سفر کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ زمین رات کو لپیٹی (۲) جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

سفر میں ایک قافلے کے لوگوں کو اکٹھا اترنا چاہئے

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ سے روایت ہے کہ لوگ جب کسی منزل پر اترتے تو گھاٹیوں اور وادیوں میں متفرق ہو کر

اُترتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان گھاٹیوں اور وادیوں میں تمہارا متفرق اترنا شیطان کی طرف سے ہے۔ بس اس کے بعد پھر کوئی الگ ہو کر نہیں اُترا، سب آپس میں مل جل کر اُترتے تھے۔

(ابوداؤد)

سواری کا خیال

حضرت سہلؓ بن ربیع بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے اس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو اچھا کھلاؤ اور اچھی طرح ان پر سواری کرو۔ (ابوداؤد)

قضاء حاجت کیلئے پردہ کی جگہ بہتر ہے

حضرت ابو جعفر عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے پیچھے مجھے سوار کیا اور ایک راز کی بات مجھے فرمائی جو میں کسی سے نہ بتاؤں گا اور آپ کو پاخانہ پیشاب کے آڑ کے لئے دیوار یا کھجور کا جھنڈ بہت پسند تھا۔ (مسلم)

جانوروں کی رعایت

بُرقانی نے مسلم کی سند سے اتنا اور زیادہ کر دیا کہ حضور ﷺ ایک انصاری کے نخلستان کے اندر تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک اونٹ کو دیکھا وہ اونٹ حضور ﷺ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے کوہان کے پیچھے ہاتھ پھیرا اور فرمایا یہ کس کا اونٹ ہے ایک نوجوان انصاری نے عرض کیا یہ میرا اونٹ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں کے بارے میں جن کا اللہ نے تم کو مالک کیا ہے اللہ سے نہیں ڈرتے ہو یہ مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ تم اس کو پیٹ بھر کر نہیں کھلاتے ہو اور اس سے محنت لے کر اس کو تھکاتے ہو۔ (اس کو ابو داؤد نے بُرقانی کے مثل روایت کیا ہے)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب کسی منزل پر اُترتے تھے تو اس وقت تک نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک اونٹوں کے پالان نہ کھول لیتے تھے۔

رفیق سفر کی مدد

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار آیا اور دائیں (۱) بائیں دیکھنے لگا۔ آپ نے فرمایا جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ ضرورت مند کو دے دے اور جس کے پاس ضرورت سے زائد زادِ راہ ہو وہ حاجت مند کو دے دے اس طرح آپ نے مختلف چیزوں کا نام لیا اس وقت ہم نے سمجھ لیا کہ زائد مال میں ہمارا حق نہیں۔ (مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی غزوہ کا ارادہ کیا اور فرمایا اے گروہ مہاجرین و انصار تمہارے بھائیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جن کے پاس نہ مال ہے نہ جماعت۔ اب تم کو لازم ہیں کہ دو دو یا تین تین کو اپنی طرف شامل کر لو اور ہم لوگوں کے پاس ایک ایک ہی سواری تھی، بس یہ کرتے تھے کہ باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ میں نے بھی دو یا تین کو اپنی طرف کر لیا اور باری مقرر کر لی۔ (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں خود پیچھے رہتے تھے اور کمزوروں کو آگے بھیج دیتے تھے۔

(ابوداؤد)

سوار ہوتے وقت کیا یہ دُعا پڑھے

وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ، لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ٥

(زخرف۔ ع ۱)

اور بنائیں تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تا کہ تم ان پر سواری کرو، پھر اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو پھر جب تم سوار ہو جاؤ تو کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے بس میں کر دیا۔ ہم ایسے نہ تھے کہ اس کو قابو میں لاتے اور بے شک ہمیں اپنے پروردگار کی طرف پلٹنا ہے۔ (جاری)

چند لمحے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں

مولانا یوسف اصلاحی

دنیا کی گوناگوں الجھنیں، پریشانیاں، جھمیلے بعض اوقات ذہن وقلب کو بری طرح متاثر کردیتے ہیں اور آدمی قلب کے سکون اور ذہن کے اطمینان سے محروم ہوجاتا ہے۔ ایسی کیفیت میں ایمان کو تازہ کرنے اور روحانی سکون وسرور حاصل کرنے کا یقینی طریقہ یہ ہے کہ آدمی چند لمحے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں گزارے اور قلب وروح کو ایمانی جذبات سے گرمائے۔ تاریخ کی وہ زندہ جاوید درخشاں ہستیاں اسی مجلس سے ابھریں جن کے نام آپ نہایت عقیدت سے لیتے ہیں اور جن کو اپنے لیے نمونہ بناتے ہیں اور جن کا نام لیتے ہوئے آپ بڑی عقیدت سے کہتے ہیں: "اللہ ان سے راضی ہو" حقیقت یہ ہے کہ روئے زمین پر ایسا قابل رشک گروہ ان سے پہلے آسمان کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کا عزم ہو تو چند لمحے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ مجلس میں گزارنے کا معمول بنالیجئے۔ انسانی قافلے کی قابل رشک اور قابل عقیدت ومحبت ہستیاں اسی داعی، اسی معلم اور اسی ہادیٔ برحق کی مجلس میں انہی کے زیر تربیت تیار ہوئی تھیں۔ مگر اس نورانی مجلس سے فیضیاب وہی لوگ ہوتے ہیں اور ہوسکتے ہیں، جو مجلس کا پورا پورا ادب واحترام ملحوظ رکھیں، جو عقیدت ومحبت کے جذبات سے سرشار ہوں اور جو اطاعت کی خالص نیت سے مجلس میں شریک ہوں۔

کچھ لوگ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ایک ایسی خاتون کی سفارش کرنی چاہی جو چوری کے جرم میں پکڑی گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان سے ان لوگوں کی بات سنی اور فرمایا: "تم سے پہلی قومیں اسی لیے ہلاک ہوگئیں کہ جب سماج میں ان کے معمولی لوگ کوئی جرم کرتے تھے تو ان کو سزا دی جاتی تھی اور سوسائٹی کے بڑے لوگ جرم کرتے تھے تو ان کے لیے سفارشیں پہنچ جاتی تھیں اور وقت کے حکام صرف نظر کرلیا کرتے تھے۔"

(بخاری)

ایک بار ایک صحابی ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ام المومنین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصی بات آپ نے دیکھی ہو تو بتایئے! حضرت عائشہؓ نے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے فیضیابی کے سب سے زیادہ مواقع حاصل تھے فرمایا:

"آپ کی تو ہر بات ہی خاص تھی، کس کس بات کا تذکرہ کروں، ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہی یہاں تشریف فرما تھے، کچھ رات گزر چکی تھی تو یکا یک آپ اٹھے اور باہر نکل گئے، میرے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے یہ خیال بھی آیا کہ آج تو میری باری ہے، حضور ﷺ کسی اور جگہ کیوں جارہے ہیں، قدرے فکرمند میں پیچھے پیچھے روانہ ہوگئی، اور میں نے بڑا ہی رقت آمیز منظر دیکھا اور بے ساختہ میری زبان سے نکلا: ہائے اللہ! میں کیا کیا سوچ رہی تھی اور رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں۔

اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک عاجز بندے کی طرح دونوں ہاتھ باندھے اپنے رب کے حضور کھڑے ہیں اور زار وقطار رو رہے ہیں ہچکی بندھی ہوئی ہے، آنسو بہہ رہے ہیں، ریش مبارک تر ہوگئی ہے، اور سینے تک آنسو آرہے ہیں، پھر آپ نے رکوع فرمایا، رکوع میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ کیا، سجدہ میں بھی روتے رہے

پھر سجدے سے اٹھے اور برابر روتے رہے، کسی طرح آپ کا رونا کم نہیں ہورہا تھا، یہاں تک کہ ستارے ڈوبنے لگے اور بلالؓ نے آکر فجر کی اذان دی، نماز سے فارغ ہوکر جب آپ اندر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں پاؤں سوجے ہوئے ہیں، پیروں کے انگوٹھے پھٹ گئے ہیں، اور ان سے پانی رس رہا ہے۔ میں نے گلوگیر آواز میں کہا: یا رسول اللہ! خدا آپ کو سلامت رکھے آپ کیوں اپنے کو ہلکان کررہے ہیں، آپ کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف فرمادی گئی ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ! جب میرے رب کریم نے مجھ پر بے پایاں کرم کیا ہے تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ عائشہ میں ایسا کیوں نہ کروں جب کہ مجھ پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور پھر آپ نے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کی ابتدائی آیتیں سنائیں۔

حضرت جابر بن سلیمؓ ایک صحابی ہیں وہ نبی کریم ﷺ کی مجلس میں اپنی پہلی حاضری کا قصہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے دیکھا کہ مجلس میں ایک بزرگ بیٹھے ہیں، جو وہ کہتے ہیں سب اس کو بجا لاتے ہیں، میں نے معلوم کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ میر مجلس اللہ کے رسولؐ ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! علیک السلام آپ پر سلام ہو۔ میں نے دو مرتبہ کہا مگر آپ خاموش رہے، پھر ارشاد فرمایا علیک السلام نہ کہو، یہ مردے کا سلام ہے۔ (السلام علیک) کہو، میں نے عرض کیا: "کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: ہاں! میں اللہ کا رسول ہوں جس کو تم تکلیف میں پکارتے ہو تو وہ اس تکلیف کو دور کردیتا ہے اور جس سے تم خشک سالی کے وقت بارش مانگتے ہو تو وہ زمین سے اگاتا ہے اور وہ جس سے تم دعا کرتے ہو جب تم لق ودق بے نشان بیابان میں ہوتے ہو اور وہاں تمہاری سواری گم ہوجاتی ہے تو وہ اس کو تمہارے پاس لوٹا دیتا ہے۔" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "کسی کو برا نہ کہو۔" حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: "آپ کے اس کہنے کا اثر یہ ہوا کہ میں نے پھر زندگی میں کسی کو برا نہیں کہا، نہ کسی آزاد شریف کو نہ کسی غلام، کو یہاں تک کہ کسی جانور کو بھی برا نہ کہا۔"

دوسری نصیحت آپؐ نے یہ فرمائی: "کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو، بلکہ تسلسل کے ساتھ کئے جاؤ اور تم جب بھی اپنے کسی بھی بھائی سے بات کرو تمہارا چہرہ کھلتا اور مسکراتا رہے، یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہبند آدھی پنڈلی تک اٹھائے رکھو، اگر یہ نہ ہو تو ٹخنوں سے اونچا تو ضرور رکھو، اس لیے کہ تہبند نیچے لٹکانا گھمنڈی اور غرور کی علامت ہے، اور اللہ تعالیٰ غرور کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تمہیں کوئی شخص گالی دے اور تمہیں اس برائی سے عار دلائے جو تمہارے اندر واقعی ہے تو تم اس کی جو برائی جانتے ہو اس کو عار نہ دلاؤ کہ اس برائی کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا۔"

(سنن ابی داؤد)

ایک بار کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجلس میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے حاضرین سے عجیب وغریب سوال کیا۔ فرمایا: "کیا میں تمہیں بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھا کون ہے؟ حاضرین چپ رہے، آپ نے پھر یہی سوال کیا، ایک شخص بول اٹھا جی ہاں یا رسول اللہ! ضرور ضرور ارشاد فرمایئے۔ ارشاد فرمایا: تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے اچھائی کی امید کی جائے، اور جس سے لوگوں کو برائی کا اندیشہ نہ ہو اور تم میں سب سے برا وہ ہے، جس سے اچھائی کی امید نہ کی جائے اور جس کی برائی سے کوئی مامون ومحفوظ نہ ہو۔

(ترمذی)

ایک بار آپؐ نے مجلس میں لوگوں سے پوچھا: تم میں سے کون مجھ سے پانچ باتیں سیکھنا چاہتا ہے، کہ خود بھی ان پر عمل کرے اور دوسروں کو بھی سکھائے کہ وہ ان پر عمل کریں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میں حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے

ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر پانچ باتیں گن کر بتائیں:

(۱) گناہوں سے پرہیز کرو تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤں گے

(۲) خدا نے تم کو جو دیا ہے اس پر راضی رہو تم سب سے بڑے دولت مند ہو جاؤ گے۔

(۳) اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تو مؤمن بن جاؤ گے۔

(۴) دوسرے لوگوں کے لیے وہی چاہو جو اپنے لیے چاہتے ہو مسلمان ہو جاؤ گے۔

(۵) اور زیادہ نہ ہنسا کرو، ہنسے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(ترمذی)

آپ مسجد نبوی میں چند صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، ایک بدوی آیا، اتفاق سے اس کو پیشاب کی ضرورت پیش آ گئی، وہ وہیں مسجد میں ایک طرف کو بیٹھ کر اپنی ضرورت پوری کرنے لگا، مجلس کے لوگ یہ منظر دیکھ کر چاروں طرف سے اس کو مارنے کے لیے دوڑے، آپؐ نے ان لوگوں کو روکا اور فرمایا: تم سختی کے لیے نہیں بلکہ نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو اس کے بعد اس بدوی کو بلا کر فرمایا: ''یہ عبادت کی جگہ ہے، یہ نجاست اور غلاظت کے لیے نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نماز وقرآن کے لیے ہے اور پھر مجلس کے شرکاء سے کہا اس پر پانی بہا دو۔

(صحیح بخاری)

ایک بار حضرت حنظلہ رسدیؓ روتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہونچے، حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: حنظلہ کیا بات ہے، بولے میں منافق ہو گیا، دیکھو نا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں اور آپ جنت اور جہنم کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور جہنم کو دیکھ رہے ہیں، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھر والوں میں اور دنیا کے دھندوں میں لگ جاتے ہیں تو سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سنا تو ان پر بھی ایک کیفیت طاری ہو گئی اور بولے، یہ حالت تو ہماری بھی ہوتی ہے اور دونوں بزرگ یہ فکر لیے ہوئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے اور یہ ساری سرگزشت سنائی، حضور ﷺ نے ان کی یہ روداد سنی اور فرمایا: اگر یہ حالت ہمیشہ بدستور قائم رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں، یہ حالت تو کبھی کبھی ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور بولا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں تو ان کے ساتھ ملتا ہوں مگر وہ نہیں ملتے، کٹتے ہیں، میں بھلائی کرتا ہوں وہ برائی کرتے ہیں، وہ میرے ساتھ جہالت پر اتر آتے ہیں اور میں تحمل و برداشت سے کام لیتا ہوں، رسول خدا ﷺ اس شخص کی بات سنتے رہے، پھر فرمایا: ''اگر واقعی ایسا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو تو ان کے منہ میں گرم گرم راکھ بھرتے ہو اور جب تک تم اس روش پر قائم رہو گے خدا کی طرف سے تمہاری مدد ہوتی رہے گی۔

ایک بار رسول خدا ﷺ کی مجلس میں یہودیوں کی ایک جماعت آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا: السام علیکم ''تم کو موت آئے۔'' حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں اور جواب میں فرمایا: **"وعلیکم السلام"** یعنی تم پر موت اور تم پر لعنت ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: عائشہؓ رک جاؤ! ''اللہ تعالیٰ تمام کاموں میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔'' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ ان لوگوں نے جو کچھ کہا ہے وہ آپ نے نہیں سنا؟ ارشاد فرمایا میں نے بھی تو جواب میں کہہ دیا ''وعلیکم'' ''اور تم پر بھی وہی۔''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب میں سختی اور انتقام کی درشتی بھی نہیں ہے اور یہ حکمت بھی ہے کہ اگر ذرا بھی انسانیت ہو تو سننے والا شرمندگی محسوس کرے گا۔

ایک مرتبہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں جنت کا تذکرہ کیا اور اس قدر تفصیل کے ساتھ مؤثر انداز میں

جنت کا نقشہ کھینچا کہ مجلس میں ایک بدوی موجود تھے، بولے: یا رسول اللہ یہ جنت کس کو ملے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے خوش کلامی سے کام لیا، بھوکوں کو کھانا کھلایا، اکثر روزے رکھے اور اس وقت وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا جب کہ لوگ آرام سے سو رہے ہوں۔

ایک بار ایک صحابی نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی یہ پسند کرے کہ اس کے کپڑے اچھے، نفیس اور سلیقے کے ہوں اور اس کا جوتا بھی عمدہ اور خوبصورت ہو تو کیا یہ بھی غرور ہے؟ ارشاد فرمایا: نہیں او، فرمایا:

"اللہ جمیل یحب الجمال"

''اللہ جمال والا ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔''

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ یا رسول اللہ! مجھے نصیحت فرمایئے ارشاد فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔

(بخاری)

ایک بار ایک مجلس میں آپؐ نے لوگوں سے سوال کیا: ''تم لوگ پہلوان کس کو سمجھتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: پہلوان وہ ہے جس کو لوگ کشتی میں پچھاڑ سکیں۔ فرمایا نہیں، پہلوان وہ ہے، جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔

(مسلم)

صحابہ کرامؓ کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ راہ میں ایک یہودی قرض خواہ نے اپنے قرض کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا: ''بھئی مدینہ پہونچنے پر سب سے پہلے تمہارا قرض ادا کروں گا۔'' وہ بولا نہیں، جی نہیں، میں تو اپنا قرضہ لیے بغیر یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ آپؐ وہیں بیٹھ گئے، صحابہ کرامؓ جو رسول پاک ﷺ کے ہمراہ تھے، اس یہودی کی گستاخی اور سخت روی پر بر افروختہ ہو گئے او اس کو کچھ سخت سست کہنا چاہا، مگر اللہ کے رسولؐ نے منع کیا اور یہودی سے کہا۔ اب میں یہیں تیرے ساتھ بیٹھوں گا۔ ظہر کی نماز آپؐ نے وہیں ادا فرمائی عصر کی وہیں ادا فرمائی رات کی تاریکی چھانے لگی۔ تو آپ نے قرض خواہ یہودی سے کہا: بھائی! شہر جانے دو، سب سے پہلے تمہارا ہی قرض ادا کروں گا۔'' مگر وہ نہ مانا، آپ تحمل اور بردباری سے کام لیتے رہے اور کسی ناگواری کا اظہار کیے بغیر رات وہیں گزاری، فجر کی نماز بھی وہیں ادا کی صحابہؓ جز بز ہوتے رہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں ایک یہودی نے روک رکھا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے روک دیا ہے کہ میں کسی پر کوئی زیادتی کروں۔''

دھوپ نکل آئی، دوسرا دن شروع ہو گیا، یہودی نے یہ سب دیکھا تو کہا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے کلمہ پڑھا کر دائرۂ اسلام میں داخل کیجئے اور اپنے فداکاروں میں شامل فرمایئے۔ یا رسول اللہ میں اپنا آدھا مال خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، میں نے یہ گستاخانہ انداز صرف اس لیے اختیار کیا کہ میں نے توارت میں نبی خاتم المرسلین صلی اللہ کے جو اوصاف پڑھے تھے، ان کا تجربہ کروں۔

ملک یمامہ کا ایک رئیس ثمامہ ابن وثال اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ صحابہ کرام کا ایک دستہ نجد کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ وہاں راہ میں کسی مقام پر ثمامہ مل گیا۔ صحابہ کرام اس کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے اور یہاں مسجد نبویؐ کے ایک ستون سے اس کو باندھ دیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے مسجد میں آئے تو ثمامہ کو ستون سے بندھا ہوا دیکھا۔ پوچھا: ثمامہ! تمہارے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے؟ ثمامہ نے کہا محمد اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو خونی مجرم ہے اور اگر آپ مجھے معاف فرمائیں گے تو یہ آپ کا احسان ایک ایسے شخص پر ہوگا، جو احسان شناس ہے، اور اگر آپ کو مال درکار ہے تو آپ ارشاد فرمائیں، مال پیش کر دیا جائے گا۔ ثمامہ کی بات سن کر آپ آگے بڑھ گئے اور اس کو اسی حالت میں چھوڑ گئے۔ دوسری

دن پھر یہی گفتگو ہوئی اور آپ تشریف لے گئے۔ تیسرے دن پھر اسی قسم کی بات چیت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ثمامہ کے بندھن کھول دیئے اور اس کو رہا کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حسن سلوک کا ثمامہ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ مسجد سے باہر نکلے اور آڑ میں کسی موزوں پر مقام پر غسل کرکے پھر مسجد میں داخل ہوئے اور کلمۂ شہادت ادا کرکے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا: محمد آج سے پہلے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ کوئی چیز میرے لیے مبغوض نہ تھی، لیکن آج وہ چہرا مجھے روئے زمین کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔ مجھے آپ کے دین سے زیادہ کسی چیز سے دشمنی نہ تھی، لیکن آج وہ دین مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے، مجھے آپ کے شہر سے زیادہ کسی شہر سے تکدر نہ تھا مگر آج آپ کا وہ شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ پرکشش نظر آتا ہے۔

(مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہیں کہ ایک صحابی داخل ہوتے ہیں اور اپنی چادر میں ایک چڑیا اور اس کے بچوں کو لیے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھایا اور اپنے کپڑوں میں رکھ لیا تو ان کی ماں میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے بچوں کے اوپر سے کپڑا ذرا سا سرکادیا تو بچوں کی ماں اپنے بچوں پر آکر گر پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تعجب ہے؟ قسم ہے اس ہستی کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے جس قدر محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔

(ابوداؤد)

کس قدر دلنشین اور خوب صورت انداز میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں محبت کا تعارف کرایا ہے، اس نورانی مجلس میں گاہے بگاہے حاضری بھی بہت بڑی سعادت ہے، لیکن کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جو بلا ناغہ روزانہ اس مجلس میں کچھ لمحات گزارتے ہیں اور اپنے ایمان کو تازہ کرنے کا سامان کرتے ہیں۔ انسانیت، شرافت اور راہ راست کا سبق اسی مجلس سے ملتا ہے۔

●●●

❖مغرب کا خاندانی نظام❖

"مغرب کا خاندانی نظام ٹوٹ چکا ھے، نکاح کا اوسط کم سے کم ہوتا جارہا ھے، اوروہ اکبر اله آبادی کے شعر "کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جاکر" کا مصداق بنتے جارھے ھیں، اکبر نے تو شاید اتنا بڑا تماشہ دیکھا بھی نہ ہو، آج یورپ میں بڑا فرمانبردار بیٹا وہ ھے کہ ماں باپ بیمار ہوجائیں تو هسپتال میں ڈال کر آجائے اور ان کا بل برداشت کرلے، بلکہ اب تو هیلتھ انشورنس کے بعد اس کی بھی ضرورت نہیں رهی، اگر هفتہ میں ایک باربیمار ماں باپ کو دیکھ آیا توبھی بڑی فرمانبرداری اور صالحیت ھے، نہ وھاں ماں باپ کو لذت ملتی ھے کہ اولاد کے سر پر ہاتھ رکھ کر تھپکیاں دے، اورنہ بال بچے اس لذت سے آشنا ھیں کہ مشفق ماں باپ کی پنڈلیاں دبانے اورممتاکی ماری ماں کے سر پرتیل رکھنے اورمالش کرنے میں کیا لذت اور روحانی سرور پنہاں ھیں؟"

قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

اسلام امن عالم کا پیامی

مفتی سلمان منصور پوری

اسلام ایک خالص امن پسند مذہب ہے۔ اس سے یہ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خواہ مخواہ کسی انسان کو قتل کرنے یا ستانے کا حکم دے۔ اس کی تعلیمات تو سراسر رحم دلی، خیر خواہی، اور امن پسندی پر مبنی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الراحمون یرحمهم الرحمن (تبارک وتعالیٰ) ارحموا اهل الارض یرحمکم من فی السماء۔

(ابوداؤد شریف)

مہربانوں پر خدا مہربانی کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

حتی کہ اسلام میں جانوروں کو ستانے سے منع کیا گیا ہے لہٰذا کسی انسان کو بلا وجہ محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر فنا کے گھاٹ اتار دینے کا مطلق حکم اسلام میں متصور ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں فتنہ، فساد اور خوں ریزی کو ہرگز پسند نہیں فرماتے، چنانچہ ایک آیت میں دہشت گردی مچانے والوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"**واذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد فیها ویهلك الحرث والنسل والله لایحب الفساد۔** (البقرہ ۲۰۵) اور جب وہ آپ کی مجلس سے پیٹھ پھیرتا ہے تو اس تگ ودو میں رہتا ہے کہ شہر میں کوئی فساد مچادے اور تباہ کردے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔

اس آیت میں جن لوگوں کی مذمت کی گئی ہے ان میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو بلا وجہ عالم میں جانی ومالی تباہی کے منصوبے بناتے ہیں، انہیں بروئے کار لاکر انسانیت کا خون کرتے ہیں۔

ظلم کی ممانعت

اسلام بنیادی طور پر ظلم کا مخالف ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اسلام کا وجود ہی دنیا سے ظلم کو مٹانے کے لیے ہوا ہے اسلام کی فطرت یہ ہے کہ وہ ظلم کو برداشت نہیں کرسکتا، پورا اسلامی نظام ہر سطح پر ظلم کو ختم کرنے کے لیے مستعد رہتا ہے۔

اسلام کا اصول ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (یعنی نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ) یہی اصول اسلام کی ہر تعلیم میں روشن نظر آتا ہے۔ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ آدمی جہاں تک بھی ہوسکے اپنی قوت اور اثرات کا استعمال کرکے مظلوم کی حمایت کرے اور ظالم کا ہاتھ پکڑ لے۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، تو ایک شخص نے حیرت سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مظلوم ہونے کی حالت میں تو اس کی مدد کروں گا لیکن اگر وہ ظالم ہے تو اس کی مدد کیسے کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ظالم بھائی کی مدد اس طرح ہوگی کہ تم اس کو ظلم سے روک دو۔ (تاکہ وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "ظلم کرنا آخرت میں اندھیریوں کا باعث ہوگا۔"

ایک روایت میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "مظلوم کی بد دعا سے بچتے رہو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حق دار کو اس کا حق دینے سے محروم نہیں کرتا۔"

ایک روایت میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔"

نیز آپؐ نے فرمایا: "خلق خدا اللہ کی اولاد کے مانند ہیں، لہٰذا اللہ کی نظر میں سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے، جو خلق خدا پر رحم واحسان کرنے والا ہو۔"

ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا: "جو شخص کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے تو اللہ

تعالیٰ اس کے لیے بہتر مغفرت کا انتظام فرماتا ہے، جن میں سے صرف ایک مغفرت اس کے تمام معاملات سدھارنے کے لیے کافی ہے اور بقیہ بہتر مغفرتیں آخرت میں اس کے لیے رفع درجات کا ذریعہ بنیں گی۔"

ان ہدایات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں رحم دلی کی کیا اہمیت ہے؟ اور وہ دنیا میں ظلم کا کتنا بڑا مخالف ہے؟ آج جو لوگ مذہب اسلام کو ظلم وناانصافی کا محور قرار دیتے ہیں وہ دراصل خود وحشیانہ مظالم کے مرتکب ہیں اور اپنے سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لیے وہ اسلام جیسے عظیم پاسدار انسانیت مذہب پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اسلام بلا کسی امتیاز کے کسی بھی فرد، شخص یا جماعت پر ظلم کرنے سے قطعاً انکار کرتا ہے۔

اسلام میں جہاد کا تصور

اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ظلم وعدوان اور قتل وغارت گری کا نام ہرگز جہاد نہیں، بلکہ "روئے زمین پر ظلم وناانصافی ختم کرکے خالق ارض وسماء رب العالمین کے حکم کو جاری کرنے کے لیے جدوجہد کرنے کا نام جہاد ہے۔" اور جہاد کرنے کی ذمہ داری اسلامی اصول کے اعتبار سے فرد پر نہیں ہے، بلکہ حکومت پر ہے، لہٰذا حکومت کے بغیر اگر چند افراد جہاد کے نام پر کاروائیاں کرنے لگیں تو اسے اصطلاحی جہاد نہیں کہا جاسکتا۔ اسلام میں جب بھی جہاد کیا جاتا ہے تو اس کے پیچھے صرف اور صرف ظلم کا خاتمہ اعلائے کلمۃ اللہ کا مقصد کارفرما ہوتا ہے، محض خوں ریزی اور ملک گیری کے لیے قتل وقتال کو شریعت کی اصطلاح میں جہاد نہیں کہا جاتا۔ شریعت اسلامی نے اپنے ماننے والوں کو جہاد کا حکم دے کر دراصل ان کے تحفظ کا واقعی انتظام فراہم کیا ہے۔ اگر جہاد کا حکم اسلام میں نہ ہوتا تو دیگر قومیں نہ جانے کب کی مسلمانوں کو نوالہ تر بنا چکی ہوتیں اور اسلام کا تشخص فنا ہوجاتا۔ اس حکم کی تاثیر یہ ہے کہ آج بھی جب کہ بڑی تعداد میں مسلم حکومتیں اس فریضہ سے غافل ہیں جہاد کا نام سن کر وقت کے فرعونوں کی روح فنا ہوجاتی ہے اور محض جہاد کے تصور ہی سے دشمنوں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

حالات کے اعتبار سے جہاد کے احکام میں فرق

اسلامی تاریخ اور احکام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالات اور تقاضوں کے اعتبار سے جہاد کے احکامات میں فرق ہے اور ان سب حالات کے نظائر دور نبوت اور دور صحابہؓ میں پائے جاتے ہیں لہٰذا دنیا میں جہاں بھی جس طرح کے حالات پیش آئیں گے ان کا خیر القرون کے حالات سے موازنہ کرکے حکم متعین کیا جائے گا۔ اسلام میں مسلمانوں کو یہ حکم مطلقاً نہیں دیا گیا کہ جس کافر کو جہاں پائیں قتل کرڈالیں، بلکہ ان کو اصول وقانون کا پابند بنایا گیا ہے، اس سے تجاوز کرنا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے، اگر کوئی بے اصولی کرے گا تو سخت سزا کا مستحق ہوگا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ذمی (یعنی اسلامی حکومت میں امن لے کر رہنے والے غیر مسلم شہری) کو خواہ مخواہ قتل کردے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا، اگرچہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) لہٰذا جہاد اور غیر مسلموں کے حقوق کے بارے میں حکم عدولی کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے جنگ وجدال کی نوبت آئے بھی تو جنگی جنون میں انسان اتنا مدہوش نہ ہوجائے کہ جو بھی اس کے سامنے آئے اسے اندھا دھند جارحیت کا نشانہ بناتا چلا جائے، بلکہ جنگ کی حالت میں بھی اس بات کا ہوش رکھنا لازم ہے کہ مقابلہ میں کون سامنے ہے؟ جو لوگ مقابلہ میں نہ ہو یا کمزور اور بےقصور ہوں جیسے عورتیں، بچے، بوڑھے اور دنیا ومافیہا سے بےخبر ہوکر یکسوئی کے ساتھ عبادت کرنے والے لوگ، تو ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے، ایسے بےقصوروں کو

بلاوجہ قتل کردینا اسلام میں سنگین جرم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کسی غزوہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ عورت کی لاش دیکھی جسے قتل کردیا گیا تھا، تو آپؐ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ خلیفۂ اول امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایک جہادی لشکر کو روانہ کرتے وقت اپنے کمانڈر کو درج ذیل دس ہدایتیں ارشاد فرمائیں۔ (۱) کسی بچہ کو قتل مت کرنا۔ (۲) کسی عورت پر ہاتھ مت اٹھانا۔ (۳) کسی ضعیف بوڑھے کو مت مارنا۔ (۴) کوئی پھل دار درخت مت کاٹنا۔ (۵) کسی بکری اور اونٹنی وغیرہ کو خواہ مخواہ ذبح مت کرنا، ہاں اگر کھانے کی ضرورت ہو تو حرج نہیں۔ (۶) کسی باغ کو نہ جلانا۔ (۷) کسی باغیچہ میں پانی چھوڑ کر اسے تباہ مت کرنا۔ (۸) بزدلی مت کرنا۔ (۹) غنیمت کے مال میں خیانت نہ کرنا۔

نیز حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لشکر روانہ کرتے وقت یہ تاکید فرماتے تھے کہ جو راہب اپنی کٹیوں (اور آشرموں) میں عبادت میں مشغول ہیں ان کو قتل مت کرنا۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اسلام کسی بھی مرحلہ میں بےقصوروں کے ساتھ زیادتی کو پسند نہیں کرتا اور اس بارے میں اسلامی تعلیمات فطری طور پر انسانیت کی بقا اور تحفظ کی ضمانت ہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاملات

عام طور پر یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا قائل نہیں، حالانکہ یہ بات سو فیصد غلط ہے۔ اسلام نے اس بارے میں واضح معیار متعین کرتے ہوئے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے، ان کے خلاف دشمنی کا اظہار نہ کرے، ان کو ستانے کے منصوبے نہ بنائے اور اس کے دینی معاملات میں دخل اندازی نہ کرے، تو شرعاً ایسے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک پسندیدہ اور قابل تعریف ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا إلیھم ان اللہ یحب المقسطین۔

(الممتحنہ : ۸۰)

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں گے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا، جو تم سے دین کے بارے میں نہ لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح قرآن وحدیث میں غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ مسلمان کو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ خاموش ظلم سہتا رہے اور اپنے دین وایمان اور جان ومال کا دفاع نہ کرے۔ اسلام ایسی ذلت کی زندگی کو ہرگز گوارا نہیں کرتا، لہٰذا اگر کوئی فرد، قوم یا جماعت مسلمانوں کو مظالم کا تختۂ مشق بنائے گی یا کسی قوم کی طرف سے تشدد کا خطرہ ہوگا تو مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے پیشگی دفاع اور تحفظ کے لئے جو بھی صورت ممکن ہو اسے اپنانے سے دریغ نہ کریں اور ایسے مظالم کے لیے جو بھی صورت ممکن ہو اسے اپنانے سے دریغ نہ کریں اور ایسے ظالم کفار سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نے حکم دیا:

انما ینھٰکم اللہ عن الذین قٰتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم، ومن یتولھم فاولٰئك ھم الظالمون۔ (الممتحنہ : ۹۰)

صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑتے ہوں اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور تمہارے نکالنے میں مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

اس واضح آیت سے معلوم ہوگیا کہ اسلام میں ہر کافر کے ساتھ یکساں معاملہ کا حکم نہیں، بلکہ حالات دیکھ کر احکامات کا تعین ہوگا۔ اگر امن وامان اور انصاف کے

حالات ہیں تو خواہ مخواہ لڑنے کی وجہ نہیں اور اگر ظلم وتعدی اور ایذا رسانی کے حالات ہیں تو پھر ان حالات کا مقابلہ کرنا اور ایسے ظالموں کی خبر لینا نہ صرف مذہباً بلکہ عقل وانصاف کی رو سے بھی ضروری ہے اور فرض ہوجاتا ہے۔ کوئی بھی عقل مند اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا۔

دہشت گردی کے خاتمہ کے لیے کن باتوں کی ضرورت ہے؟

آج کل عام طور پر اسلام دشمن طاقتیں اور حکومتیں مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے کی ناپاک کوششیں کررہی ہیں اور اس جھوٹ کو اس کثرت سے بولا جارہا ہے کہ بہت سے خالی الذہن لوگ اس سے متاثر ہوکر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منفی جذبات ذہن میں قائم کرلیتے ہیں۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان بھی اس پروپیگنڈہ کی زد میں ہیں اور انہیں جابجا اس طرح کے تبصروں کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ دوسری طرف ہماری موجودہ حکومت اور اعلیٰ ذمہ داران یہ باور کرنا چاہتے ہیں کہ دہشت گردی کا کسی خاص مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، چنانچہ اپنے بیانات میں وہ اس بات کو خاص طور پر دہراتے رہتے ہیں۔ چند مہینہ پہلے علماء کی کانفرنس میں وزیر اعظم ہند مسٹر منموہن سنگھ نے برملا اس بات کا اعلان کیا کہ مسلمان اس ملک کا اہم ستون ہیں اور جس ملک کی پندرہ کروڑ آبادی چین سے نہ رہے وہ ملک کبھی بھی ترقی یافتہ نہیں بن سکتا۔ یہ زبانی اعلانات اور بیانات اپنی جگہ، لیکن اس کے ساتھ ساتھ حکومت ہند اگر واقعتاً مسلمانوں کو اعتماد میں لینا چاہتی ہے تو اسے عملی طور پر بھی ایسی باتوں سے محتاط رہنا ہوگا، جن سے مسلمانوں کی دل شکنی ہوتی ہے، مثال کے طور پر:

(۱) مسلمان جس طرح ہندوستانی شہری ہونے کی بنا پر اپنے وطن سے اٹوٹ محبت کرتے ہیں اسی طرح اسلامی رشتہ سے دنیا بھر کے تمام مسلمانوں سے ان کو دلی تعلق ہے اور عالم میں جہاں بھی کسی مسلمان کے ساتھ ناانصافی ہوتی ہے تو فطری طور پر ہندوستانی مسلمانوں کا دل بھی بے قرار ہوجاتا ہے۔ اور یہ بات ساری دنیا جانتی ہے کہ اسرائیل، مشرق وسطیٰ کے ایک حصہ پر ناجائز طور پر قابض ہوکر گزشتہ نصف صدی سے مسلسل فلسطینی مسلمانوں کا خون بہارہا ہے اور ابھی لبنان میں ایک مہینہ تک اس کی وحشیانہ خونی کارروائیوں سے پوری انسانیت کراہ اٹھی۔ ایسے دہشت گرد ملک کے ساتھ جب حکومت ہند دوستی کی پینگیں بڑھاتی ہے تو اسے ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی حکومت کے متعلق بے اعتمادی کا احساس ضرور ہوتا ہے، اس لیے وزیر اعظم اور ان کی حکومت اگر مسلمانوں کے بارے میں واقعتاً مخلص ہے تو اسے دہشت گرد ممالک سے رشتہ استوار کرکے مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی نہیں کرنی چاہئے اور اسے بڑی طاقتوں کا دم چھلہ بننے کے بجائے دنیا میں جہاں بھی کوئی ظلم ہو تو ناوابستہ تحریک کے ایک سرگرم رکن ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری نبھانی چاہئے۔

(۲) اسی طرح سرکاری ایجنسیوں کی طرف سے ملک کے کسی بھی حصہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہراساں کرنے کی جو کوششیں کی جاتی ہیں، ان کے بارے میں صرف معذرت یا مذمت کافی نہیں، بلکہ قصوروار افسران کے خلاف تادیبی کارروائی ضروری ہے۔

(۳) نیز جو ذرائع ابلاغ ایسا مواد موقع بموقع چھاپتے ہیں جس سے مسلمانوں پر بے بنیاد الزام لگتے ہیں اور پریس کی آزادی کے نام پر انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے، یہ طریقہ نہایت نامناسب اور شر انگیز ہے۔ آزادی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس بہانے سے قوموں کے درمیان نفرت کے بیج بوئے جائیں اور بے قصور لوگوں کو شکوک وشبہات کے دائرہ میں لایا جائے اس لیے حکومت کو اس کے متعلق حدود اور ضابطے بنانے چاہئیں اور خلاف ورزی کرنے پر سخت سزا تجویز کرنی چاہئے۔ اس کے بغیر حکومت کا مسلمانوں کے دکھ درد میں شرکت اور انکے ازالہ کے لیے فکرمند ہونے کا دعویٰ سچا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

●●●

سبق آموز واقعات

مولانا مبین احمد اعظمی

عقل موجود ہے تو خدا بھی موجود ہے

امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک زندیق آیا اور اس نے کہا اے امام! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟

امام صاحب نے جواب دیا میرا رب پاک ہے آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں، زندیق نے کہا تو کیا آپ نے اسے محسوس کیا ہے یا پھر سونگھا یا چھوکر دیکھا ہے؟

امام صاحب نے کہا میرا رب پاک ہے، اس کے جیسی کوئی شے نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

زندیق نے کہا: جس کو آپ نے دیکھا یا محسوس تک نہیں کیا، یا جسے سونگھا یا چھوا تک نہیں، پھر کیسے ثابت ہوا کہ اللہ موجود ہے۔

امام صاحب نے اس سے سوال کیا کیا تم نے اپنی عقل کو دیکھا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔

پوچھا: کیا تم نے اپنی عقل کو محسوس کیا ہے؟

اس نے کہا نہیں۔

پوچھا: کیا تم نے اپنی عقل کو چھوا ہے؟

اس نے کہا: نہیں۔

امام صاحب نے پوچھا: تو کیا تم عاقل ہو یا مجنوں؟

زندیق نے کہا: یقیناً میں عاقل ہوں۔

تب امام صاحب نے پوچھا: تمہاری عقل کہاں ہے؟

زندیق نے کہا: لیکن عقل تو بہرحال موجود ہے۔

امام صاحب نے فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے۔ وہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں، وہ ہر چیز میں موجود ہے، چیزوں میں وہ کسی چیز کی طرح نہیں، لیس کمثلہ شیٔ، اس کے مثل کوئی شے نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس کے ہاتھ پر گرجا کے عیسائی مسلمان ہوگئے

ابو یزید بسطامی ایک دن سوئے ہوئے تھے کہ خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ "تم گرجا میں جاؤ اور اپنے نبی محمدؐ کی دفاع کرو" پس وہ اٹھے اور عیسائیوں کی خانقاہ میں جاکر بیٹھ گئے، اتنے میں پوپ لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے اٹھا اور ابو یزید کو دیکھ کر کہا: "میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیونکہ اب ہمارے اور تمہارے درمیان محمد حائل ہیں۔"

لوگوں نے پوپ سے پوچھا: "کیسے آپ نے اس کو پہنچان لیا؟ اس نے جواب دیا کہ "محمد کے ساتھیوں کی علامت یہ ہے کہ ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہوتے ہیں۔"

ابو یزید وہاں سے نکلنے کے کھڑے ہوئے تو پوپ نے کہا کہ اچھا میں تم سے کچھ سوالات کرتا ہوں، اگر تم ان سوالات کا جواد دے دو تو میں تمہارے دین پر ایمان لے آؤں گا۔

(۱) وہ کون ہے، جس کا کوئی ثانی (دوسرا) نہیں؟

(۲) وہ دو چیزیں کیا ہیں جس کی تیسری نہیں؟

(۳) وہ تین چیزیں کیا ہیں، جس کی چوتھی نہیں؟

(۴) وہ چار چیزیں کیا ہیں، جس کی پانچویں نہیں؟

(۵) وہ پانچ چیزیں کیا ہیں، جس کی چھٹی نہیں؟

(۶) وہ چھ چیزیں کیا ہیں جس کی ساتویں

نہیں؟

(۸) وہ آٹھ چیزیں کیا ہیں جس کی نویں نہیں؟

(۹) وہ نو چیزیں کیا ہیں جس کی دسویں نہیں؟

(۱۰) وہ دس چیزیں کیا ہیں جس کی گیارہویں نہیں؟

(۱۱) وہ گیارہ چیزیں کیا ہیں جس کی بارہویں نہیں؟

(۱۲) وہ بارہ چیزیں کیا ہیں جس کی تیرہویں نہیں؟

(۱۳) وہ تیرہ چیزیں کیا ہیں جس کی چودہویں نہیں؟

(۱۴) وہ کون سی چیز ہے، جس کو اللہ نے پیدا کیا اور پھر اسے سب سے بُری قرار دیا ہے؟

(۱۵) وہ کون سی چیز ہے، جس کو اللہ نے پیدا اور کیا اسے سب سے بڑی قرار دیا؟

(۱۶) وہ کون سی چیز ہے جو سانس لیتی ہے لیکن بے روح ہے؟

(۱۷) وہ کون سی قبر ہے، جو صاحب قبر کو لے کر چلی تھی

(۱۸) وہ کون سا درخت ہے، جس کی بارہ شاخیں ہیں اور ہر شاخ میں تیس پتے اور ہر پتے میں پانچ پھل ہیں؟

(۱۹) جنت کی کنجی کیا ہے؟

ابو یزید نے اس طرح جواب دیا:

(۱) وہ پہلا جس کا کوئی ثانی نہیں، اللہ عزوجل۔

(۲) وہ جس کا دوسرا نہیں دن اور رات ہیں۔

(۳) وہ تین جسکا چوتھا نہیں، وہ تین سوالات تھے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ سے کئے تھے۔

(۴) وہ چار جس کا پانچواں نہیں، چار آسمانی کتابیں، زبور، توراۃ، انجیل، قرآن۔

(۵) وہ پانچ جس کا چھٹا نہیں، وہ چھ ایام ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ولقد خلقنا السمٰوات والارض وما بينهما في ستة ايام ومامسنا من لغوب﴾

پوپ نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے ومامسنا من لغوب کیوں فرمایا؟

ابو یزید نے جواب دیا: اس لیے کہ یہودیوں کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا فرمایا اور تھک گیا، لہٰذا ساتویں دن اس نے آرام کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے، اس لیے فرمایا وما مسنا من لغوب یعنی "مجھے تھکان لاحق نہیں ہوئی۔"

(۷) وہ سات جس کا آٹھواں نہیں، سات آسمان ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے تہہ بہ تہہ پیدا کیا ﴿الم تروا كيف خلق الله سبع سمٰوات طباقا﴾

(۸) وہ آٹھ جس کا نواں نہیں، وہ آٹھ فرشتے جو قیامت کے دن عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ ﴿ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية﴾

(۹) وہ نو جس کا دسواں نہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات ہیں، ﴿ولقد آتينا موسىٰ تسع آيات بينات﴾

(۱۰) وہ دس جس کا گیارہواں نہیں، وہ دس مثالیں ہیں جو نیک لوگوں کی ہیں۔

(۱۱) وہ گیارہ جس کا بارہواں نہیں، حضرت یوسف کے گیارہ بھائی ہیں۔

(۱۲) وہ بارہ جس کا تیرہواں نہیں، وہ بارہ نہریں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر لاٹھی مارنے سے پھوٹ پڑی تھیں۔

(۱۳) وہ تیرہ جس کا چودہواں نہیں، حضرت یوسف کے گیارہ بھائی اور ان کے ماں باپ ہیں۔

(۱۴) وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا اور سب سے بُری قرار دیا، وہ گدھے کی آواز ہے:............ بقیہ صفحہ 34 پر

دو عظیم نعمتیں

محمد صادق حسین

انسانوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے شمار احسانات وانعامات ہیں کہ جن کو احاطہ حساب میں لانا ممکن نہیں کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم اللہ کے نعمت کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے۔" یہ بات طے ہے کہ نعمت کی قدر دانی نعمت کو بڑھاتی ہے اور پرودگار کی بارش رحمت کو متوجہ کرتی ہے اور نعمت کی قدر دانی یہ ہے کہ اس کو استعمال کیا جائے اور منعم کے منشا اور مرضی میں صرف ہو ورنہ اگر مرضی منعم کے خلاف نعمت کا استعمال ہونے لگے تو یہ نا قدر وناشکری ہے اور ناشکری نعمت کے چھن جانے کا سبب ہے۔

اور پھر یہ بات بھی انسان کے حاشیہ خیال میں رہنا چاہئے کہ کل روز محشر تمام نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کس کو منشاء رب کے موافق اطاعات وعبادات میں استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ضرور تم سے قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

کسی شاعر نے خوب کہا:

ان نعمتوں کا تجھ سے لیا جائے گا حساب
یہ نعمتیں نہیں ہیں ترا امتحان ہے

بہر حال! آج کل چونکہ احساس نعمت کا فقدان بڑھتا جارہا ہے اور نعمت کو صحیح استعمال کرنے کی طرف توجہ عموماً کم ہوتی جارہی ہے جو کہ خالق اور منعم کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ایک مومن کو یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ مجھ سے تمام نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ان نعمتوں کو پرودگار کی مرضی کے مطابق گزارنا ضروری ہے۔

منجملہ ان تمام نعمتوں میں سے دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان سے متعلق فرمان نبوت کے مطابق واقعی لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک صحت ہے اور دوسری فراغت۔ آقائے مدینہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "دو نعمتیں ایسی ہیں، جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے کا شکار ہیں، ایک صحت اور دوسری فراغت۔" آج کو مزاج بنتا جارہا ہے کہ خوشحالی اور فراخی میں پرودگا کی یاد نہیں، تندرستی وصحت میں مرضی مولانا پر چلنے کو دل نہیں چاہتا، اور جیسے ہی تنگ دستی ومصائب کے بادل نمودار ہوئے، بہار زندگی کے سائے ڈھلتے ہوئے ضعف کی چوکھٹ پر قدم رکھتے ہیں، پرودگار کی یاد آتی ہے، مگر اصل کمال تو اس وقت ہے جب کہ عیش میں بھی یاد خدار ہا ہو اور طیش میں بھی خوف خدا رہے۔

آقائے مدنی علیہ ﷺ نے فرمایا کہ: "قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا سوال ہوگا (وہ تندرستی ہے) اس کو کہا جاءگا کیا ہم نے تمہیں تندرستی نہیں دی تھی، کہا جائے گا کیا ہم نے تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ محشر میں آدمی اسوقت تک آگے نہ بڑھ پائے گا کہ جب تک پانچ سوالوں کا جواب اس سے نہ لیا جائے، ایک یہ کہ اس نے عمر کو کس کاموں میں صرف کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس نے اپنے شباب کی قوت کو کن کاموں میں خرچ کیا ہے، تیسرے یہ کہ جو مال اس نے حاصل کیا کس طریقے سے حاصل کیا؟ چوتھے اس کو کہاں کہاں خرچ کیا، پانچویں یہ کہ جو علم اللہ نے اس کو دیا تھا اس پر کہاں تک عمل کیا۔ (بخاری)

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، (۱) اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔ (۲) اپنی صحت وتندرستی کو بیماری سے پہلے۔ (۳) اپنی مالداری کو فقر وفاقہ بقیہ صفحہ 19 پر

آدمی کی پہچان اس کے دوستوں سے ہے

ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں، جن کے کوئی دوست یا ساتھی نہ ہوں، اور یہ حقیقت میں محروم لوگ ہیں۔ عام طور پر ہر شخص کے کچھ ساتھی، رفیق یا دوست ہوتے ہیں، جو اس کے دکھ سکھ کے شریک، رنج وراحت میں ساتھ دینے والے اور زندگی کے مختلف موقعوں پر حامی اور مختلف معاملات میں شریک ومعاون ہوتے ہیں۔

یقیناً آپ کے بھی کچھ دوست، ساتھی اور رفیق ہوں گے، مگر یہ بہت سادہ سا معاملہ نہیں ہے کہ آپ سرسری سی نظر ڈال کر اور سر جھٹک کر یہ کہہ کر آگے بڑھ جائیں کہ جی ہاں! میرے بھی کچھ دوست اور ساتھی ہیں۔

آپ کو یہ معلوم ہے کہ سوسائٹی میں آپ کا مرتبہ وہی ہے، جو آپ کے دوستوں کا ہے، دین واخلاق اور معاشرت کے اعتبار سے آپ کی پوزیشن وہی ہے، جو آپ کے رفیقوں اور دوستوں کی ہے۔

آپ جائزہ لیجیے کہ جن کے درمیان آپ اٹھتے بیٹھتے ہیں، جن سے ملتے جلتے ہیں، شب وروز کی زندگی میں جو آپ کے ساتھ رہتے ہیں، آپ کے ساتھ مل جل کر کسی مقصد کے لئے کوشش کرتے ہیں، آپ ان کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں، وہ آپ کے کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں، اور دنیا کی بھی اس پر نظر ہے کہ وہ آپ کے دوست اور رفیق ہیں۔ آپ کے یہ کس قسم کے لوگ ہیں؟ دین وملت کے تعلق سے سماج میں ان کا کیا مقام ہے؟ امانت ودیانت کے لحاظ سے ان کی کیا حیثیت ہے؟ سوسائٹی میں اعتماد و بے اعتمادی کے لحاظ سے ان کا کیا مرتبہ ہے؟ سوجھ بوجھ اور بے سمجھی کے لحاظ سے ان کے بارے میں لوگوں کے کیا خیالات ہیں، دینی علوم اور عمل کے بارے میں لوگ کیا رائے رکھتے ہیں؟ فرائض کے احساس اور اخلاص وللہیت کے لحاظ سے ان کے بارے میں ان سے متعلق لوگوں کے خیالات وتاثرات کیا ہیں؟ اس حقیقت کو تسلیم کیجئے، آپ کا جی چاہے یا نہ چاہے، مانئے کہ آپ وہی کچھ ہیں جو آپ کے دوست ہیں، یہ لوگ اس لیے آپ کے قریب ہوئے ہیں یا آپ ان کے قریب ہوئے ہیں کہ آپ کے خیالات میں یکسانیت ہے، فکر میں آہنگی ہے، آرزوؤں اور تمناؤں میں موافقت ہے طریقۂ عمل کے انتخاب میں یگانگت ہے اور باہمی ہم مزاجی نے آپ کو شیر وشکر بنادیا ہے۔ پرانے عربی ادب سے ایک مشہور مقولہ چلا آرہا ہے:

”آدمی کے بارے میں نہ پوچھو،
بلکہ اس کے ساتھی کے بارے میں پوچھو“

حقیقت یہی ہے کہ آدمی کا اصل تعارف اس کے ساتھیوں ہی سے ہوتا ہے۔ آپ کے بارے میں آپ کے سماج کے لوگ آپ کے دوستوں کو دیکھ کر ہی رائے قائم کریں گے اور جو رائے قائم کریں گے بڑی حد تک اس میں حق بجانب ہوں گے، آپ نے اپنی رفاقت، دوستی اور شب وروز میں ساتھی کے لئے جس کا انتخاب کیا ہے اور جس سے وفاداری او رایثار کے آپ خواہاں ہیں اور خود بھی اس کے لیے وفادار ہیں اور ایثار کرتے ہیں، یہ انتخاب آپ نے مزاج کی ہم آہنگی، آرزوؤں کی موافقت، زندگی کی قدروں میں یکساں سوچ اور مقاصد کے اشتراک ہی کی وجہ سے کیا ہے۔

یا پھر آپ انتہائی عیار مطلب پرست اور استحصال کی اعلیٰ صلاحیت رکھنے والے انسان ہیں؟ بلکہ آپ نے مختلف اغراض ومقاصد رکھنے والے لوگوں کو اپنے ارد گرد اپنی غرض کے لئے جمع کر رکھا ہے، انہیں اپنی دلچسپیوں میں لگا رکھا ہے، اپنی اغراض ان سے پوری کررہے ہیں، اور وہ بھی اپنی غرض کے تحت شب وروز جان ودل سے آپ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ دنیا کی نظر میں بھی وہ آپ کے ساتھی ہیں آپ بھی اسی حیثیت سے ان کا اور اپنا تعارف کراتے ہیں، لیکن یاد رکھئے بہت جلد اغراض کا ٹکراؤ آپ کو ان سے یا ان کو آپ سے جدا کردے گا۔ آپ کے مستقل ساتھی، وفادار وہی ہیں اور وہی ہوسکتے ہیں، جو آپ کی پہچان ہوں، جو فکر وخیالات کے اعتبار سے آپ کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں، اپنی پسند وناپسند کے معیارات کے اعتبار سے جن کی آرزوؤں اور تمناؤں کی منزل وہی ہو، جو آپ کی ہو، اس لیے اس معاملے میں سطحی فکر سے کام نہ لیجئے، بلکہ کسی کو اپنا دوست بنانے سے پہلے حالات پر اچھی طرح غور وفکر کرلیجئے۔ انسانیت کے سب سے بڑے نباض حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک مزاج شناس ساتھی حضرت ابو ہریرہؓ سے کیا قیمتی بات کہی:

”انسان اپنے دوست اور رفیق کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر شخص کو غور وفکر کرلینا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بنارہا ہے۔“

یہاں دین سے مراد زندگی گزارنے کا طریقۂ عمل ہے اور ظاہر ہے کہ عملی اعتبار سے آدمی جو راہ اپنے لئے پسند کرتا ہے اس میں اصل محرک اس کے معتقدات ہوتے ہیں، اس لیے اپنے دوستوں کے بنیادی خیالات ونظریات، خدارا اور آخرت کے بارے میں ان کے معتقدات اور دین کی قدر وقیمت کے بارے میں ان کے عام رجحانات وپسند کو ضرور پیش نظر رکھیے، اس لیے کہ ایک اچھا دوست آپ کے لیے آخرت کا توشہ بھی بن سکتا ہے اور ایک برا دوست آپ کے لیے عذاب آخرت بھی.......اور رشتوں کے قیام کے سلسلے میں بھی لازماً اس بات کو پیش نظر رکھیں۔

بقیہ ...... دو عظیم نعمتیں

سے پہلے۔ (۴) اپنے خالی اوقات کو مشغولیت سے پہلے۔ (۵) اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ (الترغیب) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سات قسم کی بلا ومصیبت کے آنے سے پہلے نیک عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک خراب اور فاسد کردینے والی بیماری، کہ سخت مرض کی وجہ سے اس کے بدن میں فساد آجائے گا اور مرض کی وجہ سے ضعف اور کسل بڑھ جاتا ہے، جس سے انسان کوئی عبادت صحیح طور پر کرنے کے لائق نہیں رہتا۔ (ترمذی)

یقیناً صحت اور تندرستی ایک عظیم نعمت ہے، جس کا احساس ختم ہورہا ہے اس نعمت کی قدر ان لوگوں سے معلوم کیجئے جو ناگہانی اور حیرت ناک بیماریوں کا شکار ہیں، ہزاروں ولولے جن کے دل میں انگڑائیاں لے رہے ہیں، یہ دنیا تو ہر روز بن سنور کر ظاہر ہوگی، غفلتوں کے ہزار سامان لاکر مسافر حیات کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرے گی، اپنی رعنائیوں اور دلچسپیوں میں مجبور کرکے ہدف اصل سے بےخبر کرنے کے ہزار جتن کرے گی کیونکہ یہ تو دھوکہ کا گھر ہے۔

لیکن آج تو بربادی اوقات کے ہزاروں سامان ظاہر ہوگئے، اور لوگوں کے پاس فراغت ہے تو کھیل کود کے لئے، موج ومستی کے لئے، تقاریب میں شرکت کے لئے، فضول گپ شپ کے لئے، چوراہوں کے سجانے کے لئے، ہوٹلوں کو آباد رکھنے کے لئے، گلی کوچوں میں شور وشغب برپا کرنے کے لئے، کمزوروں کو ستانے اور مجبوروں کو پریشان کرنے کے لئے، لیکن دین کے لئے، حصول علم کے لئے قرآن مجید کی تعلیم کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں۔ ہم تو مصروف لوگ ہیں اور خدا اور رسول کے لئے اپنا وقت نکالنا اور علماء کی تقاریر میں شرکت کرنا ہمارے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔

آ سی یہ غنیمت ہیں تیری عمر کے لمحے
وہ کام کر اب تجھ کو جو کرنا ہے یہاں آج

□□□

ایمان ویقین کے حیرت انگیز نمونے

مفتی اشتیاق احمد

صحابہ کرامؓ کی سیرتوں سے اسلامی تاریخ کے صفحات روشن ہیں، ان کی سیرتیں ہمارے لیے منفرد اسوہ اور نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ وہی قدسی صفات نفوس ہیں، جن کی تربیت "مدرسۂ نبوت" میں ہوئی، جنہوں نے اسی مدرسہ سے ایمان ویقین کا سبق سیکھا، دین وعقیدہ کے لئے جدوجہد، صبر وتحمل اور مر مٹنے کا درس لیا، ایمان وایقان کی صلابت اور عقیدہ کی پختگی کو سرور کونین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دلوں میں راسخ فرمادیا تھا۔

جب کوئی ان کی سیرتیں پڑھتا ہے تو دین ایمان کی راہ میں ان کی سرفروشی، جدوجہد، شجاعت وبہادری کے عجیب وغریب نمونے اور ممتاز ومنفرد مثالیں اس کی نگاہ کے سامنے ہوجاتی ہیں۔ اسی "دین اسلام" کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت وعظمت کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز کیا اور اسی دین کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے پسند فرمایا اور ہمارے لیے اسلام کو طریقہ اور منہج بنایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم ونعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے میں نے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

مومن کی آزمائش

مکہ مکرمہ میں ابتداء جو لوگ مسلمان ہوئے، ان کو طرح طرح کی مصیبتوں، پریشانیوں اور آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا کہ مضبوط سے مضبوط پہاڑ بھی جن کی تاب نہیں لاسکتے، بعضوں کو اسلام سے پھر جانے کے لیے آگ میں ڈالا جاتا، بعضوں کو شدید گرم لوہے سے داغا جاتا تھا اور بعضوں کو ننگا کرکے تپتے ریت پر شعلہ بار سورج تلے لٹا دیا جاتا تھا، اسی پر بس نہ ہوتا بلکہ انکے سینوں پر بڑا بھاری پتھر رکھ کر ان سے کہا جاتا کہ تجھے اس طرح سزا دی جاتی رہے گی، جب تک کہ تو "محمد" کا انکار کرکے لات وعزیٰ کی عبادت نہ کرنے لگے حضرت بلال حبشیؓ کا قصہ شاہد ہے کہ آپ اس شدید عذاب کے باوجود "احد احد" (خدا ایک ہے خدا ایک ہے) کا نعرۂ مستانہ بلند کرتے رہے، اسی دین کے سبب بعضوں کا کھانا پینا بند کردیا جاتا، وہ بھوک وپیاس کے مارے جاں بہ لب ہوجاتے، لیکن ان آزمائشوں اور مصیبتوں کے باوجود صبر وتحمل کے پیکر بنے رہتے اور چنداں مشرکین کی مراد برآری نہ کرتے۔

بعض صحابہ ایسے بھی تھے، جن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو انہوں نے محض عذاب سے چھٹکارے کی خاطر مشرکین کے سامنے محض زبان سے اسلام سے پھر جانے کا اظہار کردیا، لیکن اس حالت میں بھی ان کے قلوب ایمان ویقین سے لبریز تھے، جیسا کہ حضرت عمار بن یاسرؓ کا واقعہ ہے کہ جب ان کو مشرکین نے بہت زیادہ ستایا طرح طرح کی تکلیفیں دیں تو انھوں نے ان کی بظاہر تھوڑی مقصد براری کردی اور محض جان بچانے کے لئے ان کے سامنے صرف زبان سے کفر کے الفاظ کہہ دئے انہی کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی:

الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ، ولھم عذاب عظیم۔ (النحل:۱۰۶)

مگر جس شخص پر زبردستی کی جائے، بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو، لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑی سزا ہوگی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کا واقعہ

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ حضرت عمار بن یاسرؓ کے سلسلے میں نازل ہوئی، جس وقت مشرکین نے ان کو کفر اختیار کرنے پر مجبور کیا اور ان کو سخت ترین تکلیف سے دوچار کیا، صرف اس لیے کہ یہ اسلام سے پھر جائیں تو جب وہ تکلیف کی تاب نہ لاسکے، تو مشرکین نے ان سے جو کہلوانا چاہا انہوں نے زبان سے کہہ دیا۔

یہ حکم ہر اس مومن کے لیے ہے، جو دین وایمان اور اسلام کے سلسلے میں آزمائش میں مبتلا ہوجائے، اس کو یہ اجازت ہے کہ وہ کلمۂ کفر اپنی زبان پر لے آئے، بشرطیکہ اس کا دل ایمان سے پر اور اسلام پر ثابت قدم بھی رہے، تب ہی تو ظاہر، باطن کے خلاف ہوگا اور یہ رخصت صرف کمزور مسلمانوں کے لیے ہے کہ جب وہ کفر اختیار کرنے پر مجبور کئے جائیں، تو صرف زبان سے کہہ دیں، ایسا نہ ہو کہ اس وقت دل میں ایمان کے تعلق سے خلل اور فساد پیدا ہوجائے۔

ابن جریر طبریؒ نے اپنی سند سے عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت صحابی رسول عمار بن یاسرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کو مشرکین نے بے برداشت تکلیفوں سے دوچار کیا، تو انہوں نے ان کے کچھ مطالبے میں ظاہری طور پر ان کی دل جوئی کردی۔ امام بیہقیؒ کی بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو گالی دے دی اور مشرکین کے خود تراشیدہ معبودوں کی تعریف کردی، پھر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے تشریف لائے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ مجھے دشمن خدا نے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ میں نے آپ ﷺ کو گالی نہ دے دی اور ان کے معبودوں کی تعریف نہ کردی۔

اس پر اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا کہ:

کیف تجد قلبک؟

تم نے اپنے دل کو کیسا پایا؟

عرض کیا کہ میں نے اسے ایمان سے لبریز ومطمئن پایا۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان عادو فعد!

یعنی اگر دوبارہ وہ لوگ تم کو کفر پر مجبور کریں تو ان کے ظلم واستبداد سے بچنے کے لئے پھر اپنی اس بات کو لوٹا لینا۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔**

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اسی لئے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کفر پر مجبور کیا جائے، اس کے لیے جائز ہے کہ یا تو اپنی جان بچانے کے لئے ان کی (بظاہر) موافقت کرلے، یا انکار کردے، جیسا کہ حضرت بلال کلمہ کفر کو رد کرتے اور ٹھکراتے رہے، حالانکہ مشرکین ان کی ایذا رسانی میں انتہا کو پہونچ رہے تھے، چلچلاتی دھوپ اور سخت گرمی میں ان کے سینے پر بڑا بھاری پتھر رکھے ہوئے شرک باللہ کا حکم دے رہے تھے، لیکن یہ ان کو نامنظور کرتے ہوئے "احد احد" کی رٹ لگائے جارہے تھے اور یہ بھی فرمارہے تھے کہ خدا کی قسم! اگر میں کوئی ایسا لفظ جانتا جو تمہارے غیظ وغضب کو اور ہی بھڑکاتا، تو میں ضرور اس کو کہہ گزرتا...... رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

تاریخ کا ایک پُر درد واقعہ

جاں نثاری وفداکاری کے قصے تو بہت ہیں، لیکن ایک صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن حذافہؓ کا واقعہ بڑا پر درد ہے، یہ واقعہ عظمت وہیبت اور خوف سے لبریز ہے، اس واقعہ سے مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت بڑھتی ہے اور دین پر اعتماد اور وثوق زیادہ ہوتا ہے۔

حافظ ابن عساکر کی روایت ہے کہ:

عبداللہ بن حذافہؓ جب رومیوں کے ہاتھوں قید ہوگئے تو رومیوں نے ان کو اپنے بادشاہ کے پاس حاضر کیا۔ بادشاہ نے ان کے سامنے "نصرانیت" کو پیش کیا اور مزید کہا کہ "نصرانیت" کو قبول کرلو میں تم کو اپنی بادشاہت میں شریک کرلوں گا اور اپنی لڑکی کی شادی کردوں گا! عبداللہ بن حذافہؓ نے بادشاہ کو جواب دیا کہ اگر تم اپنی ساری

بادشاہت اوراس کے ساتھ ہی عرب کی ساری بادشاہت وملکیت بھی مجھے صرف اس لیے دے دوکہ میں صرف ایک پل کے لئے محمد ﷺ کے دین سے پھر جاؤں، تو بھی میں ایسانہیں کرسکتا۔

اس پر بادشاہ نے کہا کہ تب تو میں تم کوقتل کرڈالوں گا۔

انہوں نے کہا: انت وذاك!

یعنی تم کوصرف اسی کا اختیار ہے، تمہاری مرضی جوچاہوکرڈالو!

بادشاہ کاحکم ہوااور یہ سولی پرلٹکادئے گئے، یعنی کھمبے کے اوپر دیوار سے باندھ دئے گئے اور بادشاہ نے تیراندازوں کوحکم دیا کہ ان کے ہاتھ اور پیر کے قریب تیر چلاؤ، اور اسی اثناء میں بادشاہ ان کے سامنے "نصرانیت" پیش کرتارہااور حضرت عبداللہ بن حذافہ اس کاانکار کرتے رہے۔

پھر بادشاہ کے حکم کے مطابق وہ سولی کے کھمبے سے اتار لیے گئے، اس کے بعد تانبے کا بڑادیگ لانے کاحکم دیااور اسے خوب خوب گرم کیا، یہاں تک کہ دیگ ایندھن کی گرمی کی وجہ سے بالکل آگ کی طرح سرخ ہوگیا، پھراس کے پاس ایک مسلمان قیدی لایاگیااوراسی دیگ میں ڈال دیاگیا، پلک جھپکتے ہی وہ راکھ ہوگیا، حضرت عبداللہ بن حذافہؓ یہ سارامنظر دیکھ رہے تھے، اس کے بعد پھر بادشاہ نے ان کو "نصرانیت" کی دعوت دی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کردیا، بالآخر بادشاہ نے ان کو دیگ میں ڈالے جانے کاحکم دے دیا، چنانچہ ان کودیگ میں ڈالنے کے لئے چرخی میں اٹھایا گیا، اس وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ کورونا آگیا۔

بادشاہ کوامید برآئی، فوراچرخی سے اتارنے کاحکم دیااور اپنے پاس بلاکر پوچھا کیوں رونے لگے؟

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے رودیا کہ اسوقت اللہ کے دین کی خاطر صرف میری تنہاجان اس گرم دیگ میں ڈالی جارہی ہے، حالانکہ میری خواہش ہے کہ میرے جسم کے ہر ہر بال کے برابرایک ایک جان ہوتی، جسے اللہ کے دین کے لئے یہ عذاب دیاجاتا۔

اخیر میں بادشاہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ سے دین اسلام پر جماؤ، سختی سے قائم رہنے کومحسوس کرلیااوراس کایقین کرلیا کہ اب یہ حکم کی بجا آوری نہیں کرسکتے، "اسلام" کوچھوڑ کر "نصرانیت" کوقبول نہیں کرسکتے، توانہیں جیل خانے میں بند کردیااور ساتھ ہی کھاناپینابھی روک دیا، اس طرح جب کئی دن گزر گئے توان کے پاس کھانابھیجا، جس میں 'شراب' اور خنزیر کا گوشت تھا، جب یہ کھاناان کوپیش کیا گیاتو کھانا، کھاناتو درکنار اس کے قریب بھی نہ گئے، حالانکہ اسوقت بھوک وپیاس کی وجہ سے جاں بہ لب تھے۔

اسی حالت میں بادشاہ نے پھر طلب کیااور پوچھا کہ کیوں تم نے اس کھانے کو نہیں کھایا؟ توانھوں نے جواب برجستہ جواب دیا کہ اگرچہ اس حالت میں یہ میرے لیے حلال ہے لیکن میں تم کوخوش کرنا نہیں چاہتا۔

پھر اخیر میں بادشاہ نے کہا کہ تم میرے سرکوبوسہ دے دو، میں تجھ کورہاکیے دیتاہوں، توانہوں نے ارشادفرمایا میں اس شرط کے ساتھ تمہارے سرکوبوسہ دے سکتا ہوں کہ تم تمام مسلمان قیدیوں کورہاکردو۔

بادشاہ نے یہ شرط منظور کرلی اور کہا کہ ہاں میں ان تمام کورہاکردوں گا۔

توانہوں نے بادشاہ کے سرکوبوسہ دے دیااور بادشاہ نے شرط کے مطابق ان کواوران کے ساتھ جملہ مسلمان قیدیوں کو رہاکردیا۔

جب عبداللہ بن حذافہؓ رہاہوکرمدینہ منورہ واپس ہورہے تھے تویہ خبرحضرت عمر فاروقؓ کوپہونچ چکی تھی اور مسلمانوں کے بارے میں بھی ساراقصہ ان کومعلوم ہوگیا تھا۔ حضرت عمرفاروقؓ نے کھڑے ہوکران کااستقبال کیااور فرمایا کہ:

"سارے حضرات عبداللہ بن حذافہؓ کے سرکوبوسہ دیں! میں آپ لوگوں میں سب سے پہلے بوسہ دیتاہوں، پھرحضرت عمرؓ نے ان کے سرکوبوسہ دیا اور تمام مسلمانوں نے بھی بوسہ دیا۔

(تفسیرابن کثیر۲/۶۱۰)

□□□

تحفظ صحت

قرآن وسائنس کی روشنی میں

ڈاکٹر برکت اللہ ندوی

یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور اس کے اصول ومبادی دین کے بنیادی ستون سے لے کرایک انسان کی زندگی کے ہر پہلواور اس کی ہمہ جہت حیاتیاتی مسائل کی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ کہناغلط ہے کہ اسلام کا دائرہ کارصرف تزکیہ نفس اورروح تک محدود ہے بلکہ وہ روحانی اور باطنی تقاضوں کے ساتھ اس کے جسمانی صحت اوراس کے تقاضوں کی بھی رعایت کرتا ہے۔اس لیے جسمانی قوت اور صحت وتوانائی، روحانی قوت وتوانائی کی مددگار ہے اور بقول نبی کریم ﷺ: "المومن القوی خیر واجب من المومن الضعیف" طاقتور مومن ضعیف کمزور مومن سے بہتر ہے۔ انسانی صحت وتوانائی کے اصول کی قدرو تحفظ کوتقویت ملتی ہے۔

اس طرح اسلام نے حفظان صحت کی جوتعلیم دی ہے وہ آج کل کے جدید طبی تحقیقات سے اس کی مزید تشریح ہوتی ہے، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی زبانی طہارت وپاکی حاصل کرنے والوں کی تعریف وتوصیف بیان کی اوران سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان اللہ یحب التوابین ویحب المطھرین۔

(سورہ بقرہ:۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے توبہ کرنے والوں اور پسند فرماتا ہے بہت زیادہ پاکی حاصل کرنے والوں کو، یہاں پاکی سے مراد ظاہر وباطن دونوں کی پاکی ہے، ظاہر ہے کہ ظاہری جسمانی طہارت بہت سے امراض سے تحفظ کا سبب ہے جب کہ باطنی طہارت ثواب وعبادت وتزکیہ نفس کاذریعہ ہے۔

قرآن اور میڈیکل سائنس

اس حقیت سے بھی کسی کوانکارنہیں کہ قرآن کوئی طب کی کتاب نہیں، جس میں مختلف امراض وعلاج کاتفصیلی تذکرہ ہو بلکہ یہ رشد وہدایت کی کتاب ہے جونبی نوع انسان کوکفر وشرک سے بچاکر وحدانیت کی دعوت دیتا ہے اور جس کے لیے مختلف انبیاء ورسول آئے لیکن چونکہ انسان روئے زمین پراللہ کانائب وخلیفہ ہے اوراس کووہ ساری ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں، جن کواللہ نے تفویض کردیا ہے اوراس کاوجود جسم وروح کاامتزاج ہے، اس لیے اس کواپنے جسم کو بھی خبر گیری کرنی ہے تاکہ وہ اپنی روحانی ذمہ داریوں کوبخوبی انجام دے سکے، اس کے لیے قرآن رہنمائی کرتا ہے اورایک صحت بخش غذائی ہدایت فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "یاایھاالناس کلو مما فی الارض حلالا طیبا" (البقرہ ۱۶۸) اے لوگوں کھاؤ جوکچھ زمین پرحلال اور پاک ہے۔"

اس طرح غیراللہ کے نام پرذبح کیا ہوا، مردار، خون اور خنزیر کاگوشت حرام قرار دیا ہے نیز شراب کے نقصان دہ پہلوکومدنظر رکھتے ہوئے اس کی قلیل مقدار کوبھی حرام وناجائز قرار دیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ویسئلونك عن الخمر والمیسر الخ۔

(سورہ بقرہ ۲۱۹)

اس طرح شراب کی اخلاقی سماجی وروحانی برائیوں کاتذکرہ اس طرح کیا ہے:

"یاایھاالذین آمنوا انما

الخمر والميسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوہ لعلكم تفلحون
(سورہ المائدہ ۹۳-۹۴)

اے لوگو! جو ایمان لائے یہ شراب اور جوا آستانے اور پانسے سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تم فلاح وکامران رہو گے۔"

قرآن نے شراب کی حرمت کے ذریعہ سماج کی برائیوں سے آگاہ کیا ہے، اس کے علاوہ اس کے جو برے اثرات صحت پر مرتب ہوتے ہے، اس کو آج میڈیکل سائنس نے بالکل واضح کردیا ہے۔ مثال کے طور پر اس کی وجہ سے آدمی کا جگر اور گردہ متاثر ہوتا ہے، سرطان جگر Liver Cancer ہوجاتا ہے، اور نشہ کی حالت میں دماغ ماؤف ہونے کی وجہ سے نہ جانے کتنے ڈرائیور لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔

قرآن اور تحفظ صحت

قرآن کریم مسلمانوں کو پاک وصاف زندگی گزارنے کی ہدایت دیتا ہے، وہ روزانہ کم از کم پانچ اوقات نماز کے لئے وضو کرنا فرض قرار دیتا ہے، جو پاکی وطہارت واصول حفظان صحت کا حامی ہے۔ زنا کے ارتکاب اور اس کے قریب جانے سے آگاہ کرتا ہے، جو بہت سے متعدی امراض مثلاً آتشک Syphils سوزاک Gonorrhoea اور ایڈز AIDS وغیرہ سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور معاشرہ کی بے حیائی اور بے راہ روی کو لگام دیتا ہے۔ لواطت Sodomy کے ارتکاب سے زجر وتوبیخ کرتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولوطا اذا قال لقومه اتاتو الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين انكم لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم مسرفون۔"
(سورہ اعراف ۸۱)

جو ایڈس جیسے مہلک لا علاج مرض کو جنم دیتا ہے، دوران حیض Mensturation عورتوں سے مباشرت کو حرام قرار دیتا ہے، جو بہت سے مزمن امراض معتدیہ Choronic infections disease سے بچاتا ہے، یہ اور اس جیسی دیگر آیات قرآنی اس بات کی واضح دلیلیں ہیں کہ آج سے ۱۵۰۰ سال پرانی ہدایات اور احکامات کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ وحی الٰہی اور اللہ کا کلام ہے، جس کو اس نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، جس میں انسانی صحت کی حفاظت کی بنیادی باتوں اور اصولوں سے آگاہ کیا گیا ہے، جن پر عمل پیرا ہونا امراض سے تحفظ کی ضمانت ہے۔

قرآن کی روشنی میں علامہ ابن القیم الجوزیؒ نے طب کے تین اصول بیان کئے ہیں۔ (۱) صحت کی حفاظت (۲) نقصان دہ چیزوں سے نجات (۳) ضرر رساں اشیاء سے بچاؤ۔ دراصل تینوں اصول سے صحت کی حفاظت ہوتی ہے، اور مرض سے بچا جاتا ہے، قرآن کریم نے ان تینوں اصول کی اس طرح وضاحت کی ہے، چنانچہ روزہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ روزے بعد میں پورے کرلے، اس میں مریض کی بیماری کے پیش نظر رمضان کے فرض روزوں کے نہ رکھنے کی اجازت ورخصت دی ہے، اسی طرح مضر اثرات سے حفاظت کے سلسلہ میں قرآن وضو کے متعلق فرماتا ہے، اگر تم مریض ہو یا سفر پر یا رفع حاجت کے بعد آتے ہو یا تم نے اپنی عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی میسر نہ ہو تو پاک ریت یا مٹی لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو (سورہ بقرہ ۱۹۴) اس طرح پانی کے بدلے ریت یا مٹی سے پاکی حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ ان نقصانات سے بچ سکے جو اسے پانی کے استعمال کے ذریعہ پہنچ سکتا ہے۔

ان مندرجہ بالا احکام وآیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اسلام نے حفظان صحت پر کتنا زور دیا ہے، تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے سکے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن نے صحت کو برقرار رکھنے کے لیے کس طرح حفظان

صحت کے بنیادی اصول کی طرف متوجہ وآگاہ کیا ہے اور امراض سے تحفظ کے لئے ان چیزوں سے باز رہنے کی تاکید کی ہے جن سے مرض میں اضافہ ہوسکتا ہے، دراصل یہی قرآن کریم کا اعجاز اور وحی الٰہی کا کمال ومعجزہ ہے۔

مثال کے طور پر ذیل میں قرآن کی یہ آیت توضیح وتفسیر کے طور پر پیش کی جاتی ہے، جن سے امراض سے تحفظ کا ایک واضح خاکہ سامنے آجاتا ہے اور ان میں صحت کے تحفظ کے لیے کیا حکمتیں اور رموز پنہاں ہیں عیاں ہوجاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به المنخنقة، والموقوذة والمتردية، وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب، وان تستقسموا بالازلام ذالك فسق، اليوم يئس الذين كفروا من دينكم فلا تخشوهم واخشوني اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔"
(سورہ مائدہ ۳)

"حرام کردیا گیا تم پر مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی کا، اور جو مرگیا ہو گلا گھونٹنے سے، یا چوٹ سے یا اونچائی سے گر کر یا سینگ مارنے سے یا جس کو کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے پاک کرلیا۔ اور حرام ہے جو ذبح ہوا ہو کسی تھان پر، اور یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے، یہ گناہ کا کام ہے، آج ناامید ہوگئے کافر تمہارے دین سے، سو ان سے مت ڈرو اور ڈرو مجھ سے، آج میں نے پورا کردیا تمہارے لیے دین اور پورا کیا میں نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کرلیا تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر۔"

◆◆◆

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔

ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی

اسباب وعلاج

مفتی عمران اللہ

اسلام میں علم کی اہمیت

روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان اس حقیقت کا یقین رکھتے ہیں، کہ علم انسان کے لیے ایک بیش قیمت سرمایہ، ایک لازوال طاقت اور بے مثال عزت ہے اور ایک ایسی انمول دولت جسے کوئی چرا نہیں سکتا۔ علم سے عقل وشعور بلند ہوتا ہے اخلاق میں کمال حاصل ہوتا ہے، علم کے ذریعے سے ہی دلوں کو فتح کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، اسی کے ذریعہ سے انسان دیگر مخلوقات سے ممتاز ہوتا ہے، اس لیے بجا طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ علم ایک ایسی شے ہے، جس کا کوئی چیز بدل نہیں ہوسکتی، یہی وجہ ہے کہ جب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اول مرتبہ وحی سے سرفراز فرمایا گیا تو اس میں پڑھنے کا حکم ملا، جس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ دامن علم سے وابستگی اسلام کے اولین کاموں میں سے ہے اور جس پہلی وحی کے ذریعہ انسانیت کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا گیا اس میں سب سے پہلا لفظ اقراء تھا جس کے معنی ہیں پڑھ، پھر ان پہلی پانچ آیتوں میں دو جگہ تعلیم وتعلم کا ذکر ہے، ایک مرتبہ قلم کے ذریعہ تعلیم کی جانب اشارہ ہے علم بالقلم گویا اس کے ذریعہ کتابی تعلیم کی دعوت دی گئی دوسری آیت میں ان علوم کی طرف متوجہ کیا گیا جن سے اس وقت انسانیت ناواقف تھی، فرمایا گیا: "علم الانسان مالم یعلم" یعنی اس میں قیامت تک آنے والے علوم وفنون، ایجادات و انکشافات کی طرف اشارہ کردیا گیا، غرض کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کا چراغ بنا کر بھیجا اور آپ کا نشانہ جہالت کو قرار دیا اور اگر تجزیہ کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس حیثیت کو زیادہ نمایاں کیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ معلم ہیں اور پوری انسانیت آپ کی متعلم ہے۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ پہلو اس قدر نمایاں نظر آتا ہے کہ مکی زندگی میں ہر طرح کی مشکلات اور دشواریوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیمی سلسلہ کو نظر انداز نہیں کیا اور مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ نے اولین کام یہی کیا کہ مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور تعلیمی مقصد کے لئے صفہ نامی چبوترہ تیار کرایا اور اس کے ذریعہ سے علم کو عظمت بخشی، آپ کے بعد آپ کے متبعین صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں بھی علم کی قدردانی اور اس کی تعلیم واشاعت کے قابل تقلید نمونے ملتے ہیں۔ چنانچہ ایک صحابی سیدنا حضرت معاذ بن جبلؓ حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے ایک طویل روایت فرماتے ہیں کہ علم وحشت میں انس کا ذریعہ ہے، سفر میں ساتھی ہے، تنہائی میں بات کرنے والا نفع کو بتانے والا اور غم وخوشی سے باخبر کرنے والا، دشمنوں کے خلاف ہتھیار اور دوستوں کے نزدیک زینت کا ذریعہ ہے، اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں کے مراتب بلند کرتے ہیں اور خیر کے کاموں میں ان کو پیشوا اور امام بناتے ہیں، لوگ اہل علم کے طریقوں کو اختیار کرتے ہیں اور ان کی فضیلتوں پر مطمئن ہوجاتے ہیں۔ ان چند سطور سے اسلام میں علم کی اہمیت اور اہل اسلام کے نزدیک اس کی قدر شناسی کا اندازہ ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی

اسلام میں علم کی اہمیت وعظمت اور اس کے حصول کی ترغیب وتاکید کا تقاضہ تو یہ تھا کہ امت مسلمہ علمی میدان میں سب سے مقدم اور معیاری مقام پر نظر آتی اور دیگر ساری قومیں علم کے سلسلہ میں اس سے پچھڑی ہوئی ہوتیں، مگر افسوس! صورت حال بالکل اس کے برعکس ہے، آج ہر قسم

کے سرکاری اور غیر سرکاری اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ مسلمانوں میں تعلیمی پسماندگی بہ نسبت دوسری قوموں کے سب سے زیادہ ہے، فرینڈز فار ایجوکیشن کے سروے کے مطابق ۶۲ فیصد مسلمان مرد اور ۷۷ فیصد مسلمان عورتیں ناخواندہ ہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ بعض علاقوں میں پہنچ کر یہ اعداد وشمار حیرت انگیز طور پر بڑھ بھی سکتے ہیں۔ اس موجودہ سروے سے مسلمانوں کی پسماندگی کا اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے لہٰذا ضروری ہوجاتا ہے کہ ان اسباب کا پتہ لگایا جائے، جن کی وجہ سے اس پسماندگی کو دور کیا جاسکتا ہے۔

تعلیم سے غفلت وبے شعوری

ایسے مختلف اسباب ہیں، جن کی وجہ سے امت مسلمہ میں تعلیمی پسماندگی فروغ پارہی ہے ان میں سب سے نمایاں اور مقدم سبب تعلیم سے غفلت اور بے شعوری ہے۔ مسلمانوں میں بہت بڑی تعداد ایسی ہے، جو تعلیم کی اہمیت سے نابلد ہے۔ اس میں ایک طبقہ تو تاجروں کا ہے، جو صرف یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر محنت سے پڑھ لکھ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر بھی لی جائے تو اس کا ہم کو کیا فائدہ؟ کیوں کہ ہم تو بالآخر گھر کی اس تجارت میں لگنا ہے، جب یہ صورت حال ہے تو پھر زیادہ تعلیم کی کیا ضرورت ہے؟ جتنی مدت میں تعلیم حاصل کریں گے اتنی مدت میں ہم کو کاروبار کا اچھا خاصا تجربہ ہوجائے گا، جس سے ہم مستقبل میں فائدہ اٹھائیں گے تو جو لوگ بھی اس طرح کی سوچ رکھتے ہیں وہ لوگ بہت ہی گھٹیا اور اوچھی سوچ کے مالک ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ علم صرف کاروبار میں ہی مفید نہیں ہے بلکہ یہی انسان کا جوہر ہے کیونکہ کاروبار وتجارت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے اور یہ ذریعۂ معاش ختم بھی ہوسکتا ہے، لیکن علم کبھی ختم نہیں ہوتا، بلکہ خرچ کرنے سے اور بڑھتا ہے اگر کاروبار بند ہوجائے تو صاحب علم اپنے علم ودانش کی بنیاد پر اس کاروبارِ تجارت کو دوبارہ قائم کرسکتا ہے اور اپنے لیے کثیر مقدار میں ذریعہ معاش میں اضافہ کرسکتا ہے، اس لیے اس طرح کی کھوٹی سوچ رکھنے والوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی سوچ وفکر کو وسیع بنائیں اور علم کو ہر ہر چیز پر ترجیح دیں۔

تعلیم سے غفلت رکھنے والوں میں سے ایک طبقہ ایسا ہے، جسکی غفلت کا سبب اس کی غربت اور خستہ حالی ہے، یہ ناقابل انکار بات ہے کہ معاشی طور پر کمزور خاندانوں میں تعلیم کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں اور آخر یہ بھی کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ اگر یہ طبقہ اپنے نوجوانوں اور بچوں کو اسکول اور مدارس میں بھیجے تو اوپر سے مزید اخراجات ہی بڑھتے ہیں جب کہ اس طبقہ کے اکثر لوگوں کے یہاں کھانے کے لالے پڑے ہوتے ہیں اور جو لوگ اس طرح غریبی کی مار جھیل رہے ہیں ان کا کوئی پرسان حال بھی نہیں ہے۔ یقیناً ان کی یہ حالت قابل افسوس اور لائق رحم ہے مگر اس طرح کی صورت حال میں مبتلا لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اس وقت مسلمان فاقہ مستیوں سے دوچار تھے آج کل کے بالمقابل ان کو مالی وسائل کی زیادہ ضرورت تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشی ضرورت پر تعلیمی ضرورت کو مقدم رکھا اور ہر موقع پر مناسب تعلیم کا بندوبست فرمایا، چنانچہ بدر کے قیدیوں میں پڑھے لکھے لوگوں کے لیے دس بچوں کی نوشت وخواند کو فدیہ قرار دیا تھا۔ یہ واقعہ اور اس کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دیگر بہت سے واقعات ہمیں اس بات کا درس دیتے ہیں کہ سخت سے سخت تر حالات میں بھی ہم تعلیمی امور کو ہی اپنائیں اور ہر چیز پر اس کو مقدم رکھیں۔ اگر امت کے ہر طبقہ کا یہ مزاج بن جائے تو انشاء اللہ بہت جلد تعلیمی پسماندگی کے بادل چھٹ جائیں گے۔

احساس ذمہ داری کا فقدان

تعلیمی پسماندگی کا دوسرا سبب احساس ذمہ داری کا فقدان ہے امت مسلمہ کے اکثر افراد چاہے وہ امیر طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں یا غریب طبقہ سے ہوں ان میں اپنے ماتحتوں اور آل واولاد کے

متعلق ذمہ داری کا احساس نہیں پایا جاتا، اپنی اولاد سے متعلق ان پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں ان پر تعلیم وتربیت بھی ایک اہم حق ہے، غریب ونادار طبقہ تو اس حق کی ادائیگی سے متعلق سوچتا ہی نہیں، کیونکہ وہ اپنی معاشی کمزوری کی وجہ سے بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی کسی نہ کسی کام میں مصروف کردیتا ہے، جس کی وجہ سے والدین کو معاشی طور پر کچھ سہارا مل جاتا ہے اور اس طرح ایک بڑا طبقہ تعلیم سے محروم رہ جاتا ہے اور رہا مالدار طبقہ تو اس پر دو طرح کی ذمہ داری ہے اور وہ اپنی دونوں طرح کی ذمہ داریوں سے غافل ہے۔

پہلی ذمہ داری اپنی اولاد سے متعلق ہے کہ وہ ان کو حتیٰ الوسع اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم دلائیں ان میں تعلیمی جذبہ جگائیں، جس طرح وہ ان کی دیگر ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ امیر ومالدار حضرات کے فرزندان دولت کے سہارے عیش ومستی کی ساری حدیں پھلانگتے ہیں اور والدین کی جانب سے ان کو اس عیش ومستی کے لیے معقول مقدار میں رقم بھی مہیا ہوجاتی ہے، کیا ہی اچھا ہو اگر والدین اپنے ان نونہالوں کو بیکاری، عیش کوشی اور خرمستی سے بچا کر تعلیم میں مصروف کردیں اور ان کے لیے معیاری تعلیم کا بندوبست کریں تاکہ بعد میں قوم کے لیے عظیم سرمایہ ثابت ہوں۔

اس طبقہ کی دوسری ذمہ داری اپنی اولاد سے ہٹ کر ہے اور وہ یہ کہ جس طرح سے آج کل کے امیر اور رئیس لوگ اپنی بیاہ وشادی اور دیگر تقریبات میں فضول خرچی کرتے ہیں اور بے تحاشا رقم برباد کرتے ہیں اسی طرح اپنی عمارات میں بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اگر اپنے ان اخراجات میں سے کچھ حصہ کم کرکے قوم کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے مختص کردیں اور تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے لیے ضرورت کے لحاظ سے چھوٹے بڑے ادارے قائم کئے جائیں اور ایسے طلبہ جو تعلیمی مزاج رکھتے ہیں اور اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر ان کی ناداری ان کو اس سلسلہ میں کچھ سوچنے سے باز رکھتی ہے، ایسے طلبہ کی کفالت کی جائے اور غریب یتیم بچوں کی ابتدائی تعلیم کا بندوبست کردیا جائے تو خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ بہت جلد انشاء اللہ قوم مسلم تعلیم کے میدان میں آگے بڑھے گی اور ناخواندگی کا تناسب کم ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک ذمہ داری اس طبقہ پر بھی عائد ہوتی ہے، جو تعلیم یافتہ ہے کہ وہ ناخواندہ طبقات سے اختلاط وروابط پیدا کرے اور ان میں تعلیمی بیداری لانے کی کوشش کرے پھر اس طبقہ میں بھی بعض حضرات وہ ہیں، جو تعلیم وتعلم کا شغل رکھتے ہیں، انہوں نے اپنے ادارے قائم کررکھے ہیں اور وہ تعلیمی میدان میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں انکی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے اداروں میں اخراجات کی تخفیف کرکے ان کے دروازے غریب ونادار لوگوں کے لیے بھی کھول دیں۔ آج کل یہ بھی ایک نہایت تشویش کی بات ہے کہ شخصی اور پرائیوٹ اداروں میں فیس، کورس، یونیفارم، کے نام پر طلبہ سے اس قدر روپیہ وصول کیا جاتا ہے کہ عام آدمی اس کے تصور سے گھبرا اٹھتا ہے۔ اگر یہ ادارے صرف واجبی خرچ کے بقدر ہی اپنے مطالبہ کو رکھیں اور فیس وغیرہ کے اخراجات میں تخفیف کرلیں اور خدمت کی نیت سے کام کریں، تعلیم کو تجارت نہ بنائیں تو انشاء اللہ بہت جلد امت کے اوپر سے تعلیمی پسماندگی کا اندھیرا اچھٹ جائے گا، نیز جو ادارے نہایت ذمہ داری کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور مالی پریشانی اور سرمایہ کی قلت کے شکار نہیں ہیں تو ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے فیضان کو عام کرنے کے لیے، اپنی تعلیمی حلقہ کو بڑھانے کے لیے دیہات اور پسماندہ علاقوں میں اپنی شاخیں قائم کریں اور ٹھوس تعلیمی نظام قائم کریں اس کے جو دور رس اثرات ہوں گے وہ کسی پر مخفی نہیں۔

الحمد لله على ذالك۔

○○○

شداد کا نقش ثانی

حسن بن صباح

محمود جمال

وہ تینوں ایک عہد کے پروردہ اور ایک ہی درسگاہ کے طالب علم تھے۔ تینوں بڑے ذہین اور ہوشیار تھے۔ دوران تعلیم ان کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا کہ جو بھی پہلے کسی بڑے مرتبہ پر پہونچے گا، وہ دوسرے دو دوستوں کو اپنے منصب اور دولت میں شریک کرنے کا پابند ہوگا۔ یہ زبانی کلامی معاہدہ نہیں تھا بلکہ اسے معرض تحریر میں لاکر تینوں نے اس پر اپنے دستخط ثبت کئے اور اس کی ایک ایک نقل اپنے پاس رکھ لی۔

چند برس بعد ان میں سے ایک خواجہ نظام الملک طوسی ترقی کرتے کرتے الپ ارسلان کا وزیر اعظم بنا اور اس کی وفات کے بعد سلطان ملک شاہ سلجوقی کی وسیع سلطنت کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ دوسرا طالب علم، عمر خیام ایک کیمیا داں اور اپنے عہد کا شہرۂ آفاق شاعر بنا۔ تیسرے طالب علم، حسن بن صباح کو بھی عالمی شہرت ملی مگر اس کی نوعیت منفی تھی۔

۴۶۵ھ میں جب نظام الملک طوسی نیشاپور میں مقیم تھا، ابن صباح اچانک اس کے پاس پہونچ گیا۔ خواجہ نے اپنے پرانے ہم مکتب دوست کو پہچان لیا اور اس کی بہت عزت وتکریم اور خاطر مدارات کی۔ چند دن بعد حسن بن صباح نے نظام الملک کو طلب علم کے زمانے کا عہد وپیمان یاد دلایا۔ خواجہ نے کہا "اگر تم "ہمدان" اور "دینور" کی حکومت قبول کرو تو ابھی فرمان جاری کردیتا ہوں، اگر سلطان کے مصاحب بننا چاہتے ہو تو اس کا انتظام بھی ہوجائے گا۔

حسن نے ہمدان اور دینور کی حکومت قبول کرنے سے انکار کردیا اور سلطان کے دربار میں جگہ پانے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ خواجہ نے مناسب موقع پر اسے سلطان کی خدمت میں پیش کردیا اور اس کے علم ودانش اور ذہانت کی بے حد تعریف کی۔ نوجوان سلطان خواجہ نظام الملک کی رائے اور سفارش کو بہت وقیع سمجھتا تھا، لہٰذا اس نے بلا تامل ابن صباح کو اپنا مصاحب بنالیا۔

حسن بن صباح نے اپنی غیر معمولی ذہانت وفطانت کی بدولت بہت جلد سلطان ملک شاہ کے دل میں گھر کرلیا۔ سلطان نے اسے اپنا معتمد خاص بنالیا لیکن حسن کا طائر ہمت بہت بلند پرواز تھا، کچھ عرصہ بعد وہ سلجوقیہ سلطنت کی وزارت عظمیٰ کے خواب دیکھنے لگا، لیکن جب تک خواجہ نظام الدین کو سلطان کا اعتماد حاصل تھا، اس کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا، چنانچہ اس نے محسن کشی پر کمر باندھی اور خواجہ کو سلطان کی نظروں سے گرانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

اس ضمن میں خود خواجہ نظام الملک اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے دو ایسے واقعات کا ذکر خصوصیت سے کیا ہے، جن میں حسن بن صباح نے خواجہ کو سلطان کے سامنے ذلیل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ ایک دفعہ سلطان نے حکم دیا کہ حلب کے سنگ رخام کی کثیر مقدار اصفہان پہنچائی جائے۔ حلب کے ایک شخص نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور دو عربوں سے جن کے پاس بار برداری کے اونٹ تھے، یہ طے کیا کہ اگر وہ پانچ سو من سنگ رخام بسرعت تمام حلب سے اصفہان پہنچادیں، تو انہیں دوگنا کرایہ دیا جائے گا۔ ان دونوں کے پاس دس اونٹ تھے۔ چھ ایک کے پاس اور چار دوسرے کے پاس، ان کا اپنا ذاتی سامان بھی پانچ پانچ سو من تھا (اس زمانے کا من آج کے

مقابلے میں بہت کم وزنی ہوتا تھا) انہوں نے اپنے سامان کے علاوہ سنگ رخام بھی تقسیم کیا، اونٹوں پر لادا اور اصفہان پہونچ گئے، سلطان کو اطلاع ہوئی تو بہت خوش ہوا، اس نے ٹھیکیدار کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا اور دونوں عربوں کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔

ان دونوں نے خواجہ نظام الملک سے درخواست کی کہ وہ انعام کی رقم دونوں میں بطریق مناسب تقسیم کردے۔ خواجہ نے چھ اونٹوں کے مالک کو چھ سو دینار اور چار اونٹوں والے کو چار سو دینار دیے۔ اس وقت تو معاملہ ختم ہوگیا، لیکن جب خواجہ دربار سے رخصت ہوا تو حسن بن صباح نے سلطان کو بتایا کہ خواجہ نے انعام دینے میں انصاف سے کام نہیں لیا، کیونکہ چھ اونٹوں والا آٹھ سو دینار اور چار اونٹوں والا دو سو دینار پانے کا مستحق تھا۔ سلطان نے خواجہ کو طلب کیا اور حسن بن صباح کو حکم دیا کہ تقسیم انعام کے سلسلے میں رائے کے حق میں اپنے دلائل خواجہ کے سامنے بیان کرے۔

حسن نے جواب دیا: عالم پناہ! اونٹوں کی کل تعداد دس تھی اور کل وزن پندرہ سو من تھا، اس طرح ہر اونٹ کے حصے میں ڈیڑھ سو من وزن آیا۔ چھ اونٹوں پر نو سو من وزن لادا گیا، جس میں پانچ پانچ سو من اونٹوں کے مالکان کا ذاتی سامان تھا اور چار سو من سرکاری سنگ رخام۔ چار اونٹوں پر چھ سو من وزن بار کیا گیا، اس میں اونٹوں والے کا ذاتی سامان پانچ سو من اور ایک سو من سرکاری سنگ رخام۔ ایک ہزار دینار چونکہ پانچ سو من سرکاری سامان لانے کے لئے دیئے گئے ہیں، لہٰذا اس حساب سے چھ اونٹوں والا آٹھ سو دینار پانے کا حقدار ہے، کیوں کہ وہ چار سو من سرکاری سامان لایا اور چار اونٹوں والا دو سو دینار کا مستحق ہے۔ کیوں کہ وہ صرف ایک سو من سرکاری سامان لایا۔ چونکہ حضور نے ایک ہزار دینار بطور انعام مرحمت فرمائے۔ اس لئے وزن کا لحاظ کئے بغیر اگر دونوں میں یہ رقم برابر تقسیم کردی جاتی تو اور بات تھی لیکن چھ اور چار کی نسبت سے انعام کی تقسیم کسی قاعدے کی رو سے درست نہیں بیٹھتی۔''

سلطان حسن بن صباح کی تقریر سن کر ہنس پڑا اور اس معاملے کو مذاق میں ٹال دیا لیکن خواجہ، حسن کی چکر بازی کا یہ کھیل دیکھ کر کچھ سوچنے پر مجبور ہوگیا، تاہم اس کی اعلیٰ ظرفی نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ حسن کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کرے، لیکن آنے والے وقت نے ثابت کیا کہ یہ اس کی سنگین غلطی تھی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ سلطان نے خواجہ نظام الملک سے پوچھا: ''میں تمام سلطنت سلجوقیہ کی آمدنی اور خرچ کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں، تم ایسا گوشوارہ کتنے عرصے میں تیار کرسکتے ہو، جس میں ہمارے تمام ممالک محروسہ کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیل درج ہو۔''

نظام الملک نے عرض کیا: ''حضور آپ کی سلطنت کاشغر سے انطاکیہ اور روم تک پھیلی ہوئی ہے، اگر میں اپنی تمام مساعی بروئے کار لاؤں تو ایسا گوشوارہ تیار کرنے میں کم از کم دو سال صرف ہوں گے۔''

اس موقع پر حسن بن صباح بھی موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر عرض کیا ''حضور! میں ایسا گوشوارہ صرف چالیس دن میں مرتب کرسکتا ہوں، بشرطیکہ دفتر وزارت میری تحویل میں دے دیا جائے۔''

سلطان نے حسن بن صباح کی پیش کش قبول کرلی، حسن نے مقررہ وقت میں گوشوارہ تیار کرکے سلطان کی خدمت میں پیش کردیا۔ سلطان بڑا باریک بیں اور دانا آدمی تھا۔ اس نے گوشوارہ کے بعض مقامات پر انگلی رکھی اور حسن سے اسکے بارے میں چند وضاحت طلب سوالات کئے، وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ خواجہ نظام الملک بھی دربار میں موجود تھا، اس نے دست بستہ عرض کیا:

''خداوند نعمت! بندہ اسی بات سے ڈرتا تھا کہ دو سال سے کم مدت میں اتنی وسیع وعریض سلطنت کا صحیح حساب مرتب نہ ہوسکے گا۔''

اس بات پر ملک شاہ سلجوقی غضب ناک ہوگیا اور اس نے حسن بن صباح کو

دربار سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

سلجوقی کے دربار سے نکل کر حسن بن صباح کافی عرصہ تک سیر و سیاحت میں مشغول رہا۔ اس دوران رے کے مقام پر اس کی ملاقات شیخ عبدالملک بن عطاش سے ہوئی جو فاطمی خلیفہ مصر المستنصر باللہ کی طرف سے عراق کا داعی کبیر تھا۔ وہ مذہب اسمٰعیلیہ کا جید عالم تھا۔ اس کے زیر اثر حسن نے اثنا عشری مذہب ترک کرکے اسماعیلی عقیدہ اختیار کیا۔ ابن عطاش نے اسے اسماعیلی مذہب کا مبلغ بنایا اور ہدایت کی وہ مصر جاکر خلیفہ مصر المستنصر کی زیارت کرے۔

۴۷۱ھ بمطابق ۱۰۷۸ء میں حسن بن صباح مصر پہونچا۔ خلیفہ المستنصر باللہ کو اس کے حالات کا علم ہوچکا تھا، اس نے حسن کی بڑی خاطر مدارات کی۔ حسن نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور تقریباً ڈیڑھ سال تک باطنیہ (فاطمیہ) کے دار الحکومت میں تعلیم پاتا رہا۔ بعد کو چند سیاسی وجوہ کی بنا پر اسے مصر چھوڑنا پڑا۔ وہ شام جانے والے ایک بحری جہاز پر سوار تھا کہ دوران سفر جہاز کو ایک خوفناک سمندری طوفان نے آگھیرا۔ وہ طوفانی لہروں میں تھپیڑے کھانے لگے۔ جہاز کے مسافر اپنی زندگی سے مایوس ہوگئے۔ ان یاس انگیز لمحات میں حسن نے آگے بڑھ کر لوگوں کو حوصلہ دیا اور کہا گھبراؤ نہیں مجھے امام برحق نے بشارت دی ہے کہ جہاز ہرگز نہیں ڈوبے گا اور کسی مسافر کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔

فی الحقیقت حسن ایک زیرک اور موقع شناس شخص تھا۔ اس کے شاطرانہ ذہن نے سوچا کہ اگر جہاز ڈوب گیا تو میری تکذیب کرنے والا تو کوئی رہے گا نہیں اور اگر ڈوبنے سے بچ گیا تو لوگ میری ولایت کے قائل ہوجائیں گے۔ حسن اتفاق سے کچھ دیر بعد طوفان تھم گیا اور جہاز حسب معمول عافیت سے چلنے لگا۔ اب حسن کا بول بالا ہوگیا لوگ اس کے ہاتھ پاؤں چومنے اور اسے ولی اللہ قرار دینے لگے۔ چند دنوں بعد جہاز شام کے ساحل سے جالگا۔

حسن جہاز سے اتر کر مختلف شہروں میں مذہب اسماعیلیہ کی دعوت دیتا ہوا اصفہان جا پہنچا۔ وہیں سے خفیہ طور پر اس نے اپنے داعی صوبہ رودبار اور کوہستان بھیجے۔ تین سال کے اندر اندر ان صوبوں میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئی۔

اب وقت آگیا تھا کہ حسن اپنا کوئی مستقل ٹھکانہ بنا کر اپنی سرگرمیوں کا آغاز کرتا، چنانچہ اس نے اصفہان سے صوبہ رودبار کا رخ کیا اور علاقہ طالقان مین واقع، قلع الموت، کے قریب ایک گاؤں مین مقیم ہوگیا۔ اس گاؤں کے لوگ حسن کے مرید بن گئے۔ جب اس کے زہد اور پارسائی کا حال اہل قلعہ کو معلوم ہوا تو اکثر لوگ حسن کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگئے۔ ان میں قلعہ کی محافظ فوج کے بہت سے سپاہی بھی شامل تھے۔

انہی کی مدد سے اس نے چند دن بعد قلعہ پر قبضہ جمانا اور قلعدار مہدی علوی کو بے دخل کردیا۔ قلعہ کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے اور حسن کے شاطرانہ دماغ کا ایک اور مظہر، روایت ہے کہ حاکم قلعہ مہدی علوی کو بھی حسن سے عقیدت پیدا ہوگئی تھی۔ ایک دن حسن نے اس سے کہا ''یہ جگہ عبادت کے لیے انتہائی موزوں ہے، لیکن ہمارے نزدیک عبادت اسی وقت قبول ہوتی ہے جب وہ اپنی مملوکہ زمین پر کی جائے۔ اگر تم اس قدر زمین مجھے دے دو جو ایک چرسے یعنی (بیل یا بھینس کے چڑے) کے اندر آجائے تو میں اس کے عوض تمھیں تین ہزار دینار ادا کروں گا۔''

حاکم قلعہ نے یہ بات بلا تامل منظور کرلی کیوں کہ اتنی خطیر رقم کے عوض اسے چرسہ بھر زمین دینے میں کیا عذر ہوسکتا تھا، چانچہ یہ سودا معرض تحریر میں آگیا۔

اب حسن نے ایک چرسہ یعنی بیل یا بھینس کی کھال لی، اس سے نہایت باریک باریک دھجیاں کاٹیں، پھر انہیں جوڑ کر اتنا بڑا حلقہ بنایا جو سارے قلعے پر محیط ہوگیا۔ حاکم قلعہ سر پیٹ کررہ گیا۔ لیکن وہ اپنی دستخط شدہ تحریر حسن کو دے چکا تھا، اب اس سے

کیسے انحراف کرتا۔ اس نے احتجاج کے لیے زبان کھولی تو دیکھا کہ قلعہ کا ہر باشندہ خنجر تانے اس کے خون کا پیاسا بنا ہوا ہے۔ اس نے مجبوراً قلعہ حسن کے حوالے کیا اور جہاں سینگ سمائے روتا پیٹتا چل دیا۔

قلعہ الموت پر حسن بن صباح کا قبضہ اس کی آئندہ ترکتازیوں کا نقطہ آغاز تھا۔ یہ قلعہ اپنے محل وقوع اور استحکام کے اعتبار سے ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔ صوبہ رودبار ایران کے شمال میں بحیرۂ خزر سے متصل کوہستانی علاقوں پر مشتمل تھا۔ آج کل یہ علاقہ ایران کے صوبہ مازندان میں شامل ہے۔ قلعہ الموت ایران کے مشہور شہر قزوین سے آگے، کوہ البرز کی پیچیدہ گھاٹیوں میں بلند اور محفوظ مقام پر واقع تھا۔ اس کے قرب وجوار میں طالقان کی جنت نظیر وادیاں تھیں چاروں طرف سرسبز وشاداب اور بلند پہاڑ اس کا احاطہ کیے ہوئے تھے۔ ان کے دامن میں جگہ جگہ پانی کے چشمے تھے اور ہر طرف بہار افروز رنگینیوں کی فراوانی تھی۔

حسن نے بجا طور پر اس قلعہ کا نام ''بلدۃ الاقبال'' یعنی سرزمین عروج رکھا اور اسے مرکز بنا کر اپنی سیاسی اور مذہبی قوت بڑھانے کے لئے زبردست جدوجہد شروع کردی۔ چند دن کے اندر اندر متعدد کوہستانی آبادیاں اور قلعے اس کے اوج واقبال کے آگے سرنگوں ہوگئے۔ یہاں تک کہ صوبہ رودبار کے بیشتر حصے پر اس کا تسلط ہوگیا۔ اسطرح اس نے سلجوقی سلطنت کے اندر الگ سے اپنی آزاد اور خودمختار ریاست قائم کرلی اور شیخ الجبل یا شیخ الجبال کے لقب سے مشہور ہوگیا۔

اس کی موسسہ ریاست کو مورخین نے ''دولت اسماعیلیہ مشرقیہ'' دولت ملاحدہ قہستان، اور دولت اسماعیلیہ حشاشین'' کے مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔ ایک گمنام اور غریب شخص کے ہاتھوں ایک آزاد ریاست کا قیام بجائے خود حسن کا حیرت انگیز کارنامہ ہے، لیکن اس سے بڑھ کر جس چیز نے اسے تاریخ عالم میں مستقل جگہ دی وہ اس کا عجیب وغریب مذہبی نظام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی مذہبی نظام اس ریاست کی تاسیس اور پھر اس کے استحکام کا باعث بنا۔ حسن بنیادی طور پر فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے مرید ایسے راسخ العقیدہ تھے کہ اپنے شیخ الجبل کے ادنیٰ اشارے پر جان دے دینے کو ہنسی کھیل سمجھتے تھے۔ یہی سرفروش حسن بن صباح کی حقیقی قوت اور پشت پناہ تھے۔

وہ شیخ الجبل کے حکم پر آنکھ بند کرکے ہر جائز ناجائز اور خطرناک سے خطرناک کام کر گزرتے۔ جانبازی گویا ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ فی الحقیقت یہ دہشت پسندوں کی ایک تنظیم تھی۔ مغربی مورخین نے انہیں حشیشین یعنی دغابازی سے سیاسی قتل کرنے والے گروہ کا نام دیا۔ حسن نے بڑی محنت اور چابکدستی سے انہیں منظم کیا اور نہ صرف اس نے بلکہ اس کے جانشینوں نے بھی ان دہشت پسندوں سے عالم اسلام کی اہم شخصیتوں کو قتل کرانے کا کام لیا۔ یہ خنجر بکف خونخوار گروہ تقریباً پونے دو سال تک عالم اسلام میں دہشت کی علامت بنا رہا۔ اس عرصے میں جو اکابرین وقت ان کے ہاتھوں مارے گئے، ان میں سے چند نام یہ ہیں۔

(۱) خواجہ نظام الملک طوسی
(۲) ابومسلم
(۳) قاضی عبداللہ اصفہانی
(۴) وزیر الملک بن خواجہ نظام الملک
(۵) قاضی ابوسعید ہروی
(۶) معین الملک اور نصر احمد، وزیر سلطان سنجر
(۷) علامہ عبداللطیف بن خجندی
(۸) خلیفہ المسترشد باللہ عباسی
(۹) خلیفہ راشد باللہ عباسی
(۱۰) داؤد بن سلطان سنجر
(۱۱) داؤد بن سلطان محمود بن محمد سلجوقی
(۱۲) سید دولت شاہ علوی، حاکم اصفہان

اکابرین وقت کے علاوہ عام مسلمان بھی ان کی دہشت گردی سے محفوظ نہیں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ سلطان محمد بن ملک شاہ کے زمانے میں فدائیوں کی ایک سازش پکڑی گئی۔ دوران تحقیق

ایک مکان سے تقریباً پانچ سو مسلمانوں کی لاشیں برآمد ہوئیں، جو خونخوار فدائین کی چھریوں کا شکار ہوئے تھے۔ فدائی بالعموم شروع سے اخیر تک اپنا کام خفیہ کرتے تھے انہیں بھیس بدلنے کا کمال حاصل تھا۔ وہ ہر قسم کے لوگوں میں گھل مل جاتے اور اپنا مقصد حاصل ہونے تک کسی کی شناخت میں نہ آتے۔ حصول مقصد کے بعد انہیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ وہ بچ جائیں گے یا مارے جائیں گے۔ یہاں تک کہ عالم اسلام کے بطل عظیم صلاح الدین ایوبیؒ بھی ان کے حملے کی زد میں آئے، لیکن خدا کی قدرت کہ اس فدائی کا وار او چھا پڑا اور وہ بچ گئے۔

مورخین نے حسن کے فدائین کے جذبہ سرفروشی اور شقاوت وخونخواری کی چند توجیہات کی ہیں، وہ اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

(۱) فدائی بالعموم پہاڑی قبائل کے جاہل اور ضعیف الاعتقاد نوجوان ہوتے تھے۔ ایک مدت تک ان کی خاص انداز سے تربیت ہوتی اور ان کے ناپختہ ذہنوں پر یہ بات نقش کردی جاتی کہ امام یا شیخ الجبل کے حکم کی تعمیل گویا خدا کے حکم کی تعمیل ہے اور اس فرض کی ادائی میں جو فدائی مارا جائے گا وہ رتبہ شہادت پر فائز ہوکر یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔

(۲) انہیں بلی کا گوشت کھلایا جاتا تھا، اس کی تاثیر سے وہ نہایت خونخوار بن جاتے اور جس شخص کے قتل پر مامور کئے جاتے اس کو ہرگز زندہ نہ چھوڑتے، چاہے اس کوشش میں خود ان کی جان چلی جائے۔

(۳) فدائی حسن کی پراسرار شخصیت سے مسحور ہوجاتے اور ان کے دلوں میں ایسا خوف جاگزیں ہوجاتا کہ وہ شیخ الجبل کے کسی حکم سے سرتابی کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ انہیں یقین ہوجاتا کہ شیخ الجبل ہر جگہ اور ہر حالت میں انہیں دیکھ رہا ہے یا اس کے مقرر کردہ جاسوس ان کی نگرانی کررہے ہیں۔

حسن بن صباح جہاں فقہ، ریاضی، طب، علم نجوم اور ہندسہ وغیرہ علوم میں درجہ تبحر رکھتا تھا، وہاں اسے احری پر بھی دسترس حاصل تھی۔ کوئی شخص اس کی عقابی آنکھوں کی ساحرانہ چمک کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ خیال رہے کہ وہ راسپوٹین کی ہپناٹزم پر عبور رکھتا تھا۔

وہ اپنے فدائین کو خوراک میں بھنگ ملا کر کھلا دیتا تھا۔ جب وہ مدہوش ہوجاتے تو ان کو ایک جنت نظیر باغ میں پہنچا دیا جاتا، جس کے گوشے گوشے میں دنیا کی تمام رنگینیاں اور نشاط بہار کی کیف آور دلفریبیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس میں انواع واقسام کے پھل دار درخت اور پھولوں کے تختے تھے۔ رنگ رنگ کے طیور چہچہاتے جگہ جگہ شفاف پانی کے چشمے پھوٹتے اور نہریں بہتی دکھائی دیتیں۔ ان کے کنارے خوبصورت محل تعمیر کئے گئے تھے، جن میں نہروں کے ذریعے شراب، دودھ اور شہد پہنچایا جاتا۔ باغ اور محلوں میں تربیت یافتہ نوخیز پری چہرہ لڑکیاں حوران بہشتی بن کر فدائین کی ہر خدمت بجالاتیں۔

چند دنوں میں جب فدائیوں کو یقین آجاتا کہ وہ فی الواقع اس جنت میں پہنچ گئے ہیں جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے کررکھا ہے تو ایک دن انہیں حشیش کے نشے میں دوبارہ مدہوش کرکے باغ سے نکالا دیا جاتا۔ پھر وہ اس بہشت کی آرزو میں مچلتے اور جنت کے دوبارہ حصول کے لئے شیخ الجبل کے اشارہ آبرو پر اپنی جان قربان کرنے کی ہمہ تن تیار رہتے۔ اسی حشیش یعنی بھنگ کی نسبت سے مورخین نے فدائین کو ''حشیشین'' اور شیخ الجبل کو ''صاحب الحشیش'' کا خطاب بھی دیا ہے۔

۱۲۴۹ء تک دنیا اس جنت کے وجود سے بے خبر تھی۔ پہلی بار اس جنت ارضی کا اس وقت سراغ ملا، جب وینس کا مشہور سیاح مارکوپولو ۱۲۵۰ء میں قلعہ الموت پہونچا اور بعد کو اپنے سفرنامے میں تفصیل سے اس باغ کا ذکر کیا۔ اس وقت حسن کا چھٹا جانشین علاء الدین وہاں کا حکمراں تھا۔

سلطان ملک شاہ سلجوقی کو حسن کی شر انگیزیوں کی اطلاعات ملیں تو اس نے لشکر کشی سے پہلے سفارتی ذرائع سے اسے آمادہ اطاعت کرنے کی کوشش کی، سلطان نے ۱۰۹۰ء کے اواخر میں ایک سفارت حسن بن صباح کے پاس بھیجی لیکن حسن نے اطاعت سے انکار کردیا۔

جب یہ سفارت قلعہ سے رخصت ہونے لگی تو حسن نے اراکین وفد سے کہا: ''سلطان سے کہہ دو کہ ہمیں اپنے گوشہ میں پڑا رہنے دیں، ہمیں چھیڑا گیا تو ہم مقابلے پر مجبور ہوجائیں گے اور ملک شاہ کی فوج میں اتنا دم خم نہیں کہ وہ ہمارے جانبازوں کا مقابلہ کرسکے۔''

اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرنے کے لئے حسن نے ایک فدائی کو حکم دیا: ''تم اپنے پیٹ میں خنجر گھونپ لو۔'' وہ اسی وقت پیٹ میں خنجر مار کر ڈھیر ہوگیا۔ پھر حسن نے ایک دوسرے فدائی کو اشارہ کیا: ''پہاڑ سے چھلانگ لگادو۔'' اس نے فوراً تعمیل کی اور پہاڑ سے گر کر اس کی ہڈی پسلی چکنا چور ہوگئی۔ ایک تیسرے فدائی کو حکم ملا ''پانی میں ڈوب مرو۔'' وہ فوراً گہرے پانی میں غرق ہوگیا۔ ارکان سفارت یہ تماشا دیکھ کر دم بخود رہ گئے۔ حسن نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا: ''ملک شاہ سے کہنا کہ تمہاری فوج کا ایک سپاہی بھی اس قسم کی جانبازی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا، اس لیے ہم سے تعرض نہ کرے، ورنہ اسے سخت پشیمان ہونا پڑے گا۔''

اس کے بعد متعدد مرتبہ قلعہ الموت پر لشکر کشی کی گئی، لیکن وہ ایسا مستحکم قلعہ تھا کہ اس کی تسخیر میں کامیابی نہ ہوسکی۔ بالآخر ۱۲۵۶ء میں آخری شیخ الجبل رکن الدین خورشاہ کے عہد میں ہلاکو خاں نے حملہ کرکے قلعہ الموت کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور دولت حشیشین کا خاتمہ کردیا۔ حسن بن صباح نے شیخ الجبال کی حیثیت سے ۳۵ برس تک حکومت کی اور ۱۱۲۴ء میں فوت ہوا۔ اس کے جانشینوں کے نام یہ ہیں:

(۱) کیا بزرگ امید ۱۱۲۴ء تا ۱۱۶۰ء

(۲) محمد بن کیا بزرگ امید ۱۱۲۷ء تا ۱۱۶۰ء

(۳) حسن بن محمد ۱۱۶۰ء تا ۱۱۶۳ء

(۴) محمد ثانی بن حسن ۱۱۶۳ء تا ۱۲۰۸ء

(۵) جلال الدین بن محمد ثانی ۱۱۰۸ء تا ۱۲۱۹ء

(۶) علاء الدین محمد ثالث ۱۲۱۹ء تا ۱۲۵۴ء

(۷) رکن الدین خورشاہ ۱۲۵۴ء تا ۱۲۲۵ء

عجائبات تاریخ میں اسے بھی ایک عجوبہ سمجھنا چاہئے کہ ہلاکو خان عالم اسلام کی تباہی کی شکل میں نمودار ہوا لیکن اس کے شر میں ایک خیر بھی مشہور تھا، یعنی اس نے ضمناً ایک ایسے فتنے کا خاتمہ کردیا، جس نے ۱۷۱ برس سے دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کر رکھا تھا۔

⌘⌘⌘

سبق آموز واقعات .... کا .... بقیہ

﴿ان انکر الاصوات لصوت الحمیر﴾

(۱۵) وہ چیز جسے اللہ نے پیدا کیا اور سب سے بڑی قرار دیا، وہ عورتوں کی چالیس ہیں ﴿ان کیدهن عظیم﴾

(۱۶) وہ چیز جو سانس لیتی لیکن بے روح ہے، وہ صبح ہے ﴿والصبح اذا تنفس﴾ یعنی جب صبح روشن ہوتی ہے۔

(۱۸) وہ درخت جس میں بارہ شاخیں، ہر شاخ میں تیس پتے اور ہر پتے میں پانچ پھل ہیں، سال ہے، جس میں بارہ مہینے، ہر مہینے میں تیس دن اور ہر دن میں پانچ نمازیں ہیں۔

(۱۹) رہی جنت کی کنجی تو وہ کلمہ طیبہ **لا اله الا الله محمد رسول الله** ہے۔

ابو یزید کا یہ جواب سن کر گرجا کے تمام عیسائی مسلمان ہوگئے اور بیک زبان کہا: **لا اله الا الله محمد رسول الله۔**

■■■

سوال وجواب

مفتی راشد حسین ندوی

سوال: -زید ایک بڑا کاشت کار ہے، ماشاء اللہ کھیتوں میں کافی اناج پیدا ہوتا ہے جس کا عشر وہ پابندی سے ادا کرتا ہے، اس کی بینک میں کافی رقم بھی جمع ہے، جس کی زکوۃ بھی وہ ادا کرتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید اناج بیچ کر اس سے حاصل ہونے والی رقم بھی بینک میں جمع کردے تو کیا اس رقم کی بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی؟ جب کہ وہ اناج کا عشر ادا کرچکا ہے؟

جواب: -صورت مسئولہ میں اناج سے حاصل ہونے والی رقم کی زکوۃ بھی ادا کرنی ہوگی اور یہ رقم پہلے سے جمع رقم کے ساتھ جڑ جائے گی لہٰذا جب پہلے سے جمع رقم کا سال پورا ہو اور اس کی زکوۃ ادا کرنی ہو تو اسی کے ساتھ اس نئی رقم کی زکوۃ بھی ادا کرنی ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۲۶۹)

سوال: -کوئی زمین یا مکان اس نیت سے خریدا کہ مناسب قیمت ملنے پر اس کو فروخت کریں گے تو کیا اس پر زکوۃ ہوگی؟ اگر زکوۃ واجب ہے تو کس رقم کا اعتبار ہوگا یعنی زکوۃ اس رقم کے اعتبار سے واجب ہوگی، جس سے خریداری کی ہے یا موجودہ مالیت پر ہوگی؟

جواب: -صورت مسئولہ میں چونکہ زمین تجارت کی نیت سے خریدی گئی ہے، لہٰذا اس پر زکوۃ واجب ہوگی، لہٰذا جب تک زمین یا مکان خریدار کے پاس رہے اگر وہ صاحب نصاب ہو تو ہر سال اس کی زکوۃ ادا کرے اور زکوۃ کے ادا کرنے میں زمین کی موجودہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا نہ کہ اس قیمت کا جس سے زمین خریدی تھی۔

(شامی ۴/۲ و فتاویٰ رحیمیہ ۷/۳۶۵، ۳۶۶)

سوال: -کن رشتہ داروں کو زکوۃ دینا جائز ہے؟

جواب: -مندرجہ ذیل رشتہ داروں کو زکوۃ دینا ناجائز ہے، ان کے علاوہ بقیہ رشتہ داروں کو زکوۃ دے سکتا ہے:

۱- اصول، یعنی جس سے پیدا ہوا ہے جیسے ماں، باپ دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ۔

۲- فروع، یعنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی۔

۳- میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے، طلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہیں گزر جاتی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے۔

(شامی ۲/۶۹)

سوال: -زید اس سال فریضۂ حج ادا کرنے جارہا ہے لیکن اس کو آنت اترنے کا مرض ہے، تو کیا اس عذر کے سبب وہ لنگوٹ باندھ سکتا ہے یا نہیں؟ اس پر کوئی جرمانہ تو نہیں لگے گا؟

جواب: -عذر کی وجہ سے لنگوٹ باندھنا جائز ہے، عذر نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے، لیکن دونوں صورتوں میں اس پر کوئی جزا واجب نہیں ہے۔

(شامی ۲/۱۷۱، احسن الفتاویٰ ۴/۵۲۱)

سوال: -وضو سے بچا ہوا پانی اور آب زمزم کیا کھڑے ہوکر پینا چاہئے اور زمزم کا پانی کیا قبلہ کی طرف رخ کرکے پینا چاہئے؟

جواب:-دونوں پانیوں کے سلسلہ میں اختلاف ہے کہ کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے یا مکروہ اور اس میں راجح قول یہ ہے کہ کھڑے ہوکر پینا بلا کراہت جائز ہے لیکن مستحب نہیں ہے۔البتہ قبلہ کی طرف رخ کرکے پینا دونوں میں افضل اور مستحب ہے۔

(شامی ۱/۹۵،۹۶،۲/۲۰۲)

سوال:-عیدالاضحی کے موقع پر قربانی کیا پورے گھر کی طرف سے ایک کیجائے تو واجب ادا ہوجائے گا یا گھر کے ہر صاحب نصاب کو الگ سے قربانی کرنی ہوگی؟

جواب:-اگر ایک ہی گھر میں رہنے والے کئی افراد صاحب نصاب ہیں تو ان میں سے ہر ایک قربانی کرے، اس لئے کہ قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے۔

(شامی ۵/۲۲۱،۲۲۲)

سوال:-میرے کئی غیر مسلم دوست ہیں ان میں سے بعض کی خواہش ہے کہ مذہب اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل کریں، میں نے بعض کتابیں ان کو دیدی ہیں لیکن اب وہ قرآن پاک کا ترجمہ دیکھنا چاہتے ہیں، میرے پاس ایک عمدہ اور معتبر انگریزی کا ترجمہ موجود بھی ہے، تو کیا میں مذکورہ غیر مسلم کو یہ ترجمہ والا قرآن دے سکتا ہوں؟

جواب:-اگر غیر مسلم کے دل میں قرآن مجید کی عظمت ہو اور اس کی طرف سے اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ اس کی بے ادبی نہیں کرے گا تو اس کو قرآن مجید دینا جائز ہے، ممکن ہے اس کو ہدایت نصیب ہوجائے، مگر اس کو یہ ہدایت کردیں کہ یہ اللہ کا مقدس کلام ہے، ناپاکی کی حالت میں اس کو چھونا اس کی عظمت کے خلاف ہے لہٰذا اس کا مطالعہ غسل اور وضو کرکے کرو، اس کو وضوء اور غسل کا طریقہ بھی بتادیا جائے، اس طرح امید ہے کہ اس کے دل میں قرآن کی عظمت پیدا ہوگی اور اس کو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔

(شامی ۱/۱۳۱ و فتاوی رحیمیہ ۶/۲۸۳)

سوال:-آج کل مسجدوں میں عام طور سے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان ہوتی ہے، اس طرح ایک ہی بستی کے باشندوں کو متعدد مساجد کی اذان سنائی دیتی ہے اس طرح کی صورت حال میں کیا تمام اذانوں کا جواب دینا ضروری ہوگا؟

جواب:-پہلی اذان کا جواب دینا ضروری ہے، باقی اذانون کا جواب دینا افضل ہے، محلہ کی مسجد کی اذان ہو یا غیر محلہ کی۔

(طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۷، رحیمیہ ۴/۲۸۹)

اردو زبان
کی آبیاری
اشاعت اور ترویج
کے لئے
رسائل مانگ کر نہیں
خرید کر پڑھئے

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ دامت برکاتہم کی تصنیفات
(اردو، عربی)
طلب کریں
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام-لکھنؤ
P.Box 119, Nadwa, Lucknow. Ph. :2741539

مولانا عبداللہ عباس ندویؒ
کی تصنیفات
طلب کریں
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام-لکھنؤ
P.Box 119, Nadwa, Lucknow. Ph. :2741539

سیب ایک پھل، ایک دوا

منہ کی ناخوشگوار بو کو ختم کرنے میں بھی معاون

سیب کے بارے میں مشہور مقولہ ہے "ایک سیب روزانہ کھائیے اور ڈاکٹر کو دور بھگائیے۔" یہ محض ایک محاورہ نہیں بلکہ جدید تحقیقات نے اس مزیدار پھل کو واقعی ایک مفید پھل قرار دیا ہے۔یہ حقیقت دلچسپی سے خالی نہیں کہ ہفتے میں تقریباً پانچ مرتبہ سیب کھانے والے افراد سانس کے امراض سے بالکل محفوظ رہتے ہیں۔کیونکہ سیب پھیپھڑوں کی کارکردگی میں اضافہ کرتا ہے۔سیب اور پھیپھڑوں کی صحت کے درمیان واضح تعلق موجود ہے۔معالجین نے درمیانی عمر کے تین ہزار افراد پر اس سلسلہ تجربات کئے۔تجربے میں افراد کو غذا میں سیب اور سیب کا جوس روزانہ استعمال کروایا گیا۔یہ تمام افراد پھیپھڑوں کے مختلف امراض میں مبتلا تھے لیکن تجربے سے ثابت ہوا کہ ان افراد میں دمہ اور پھیپھڑوں کے جملہ امراض میں نمایاں کمی پیدا ہوئی، معالجین کا کہنا ہے کہ تمام مریضوں کی صحت میں خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں مذکورہ تجربے کے متعلق مشاہداتی ٹیم کے سربراہ کا کہنا ہے کہ "ہم اس نوعیت کے نتائج کی توقع نہیں کررہے تھے لیکن نتائج کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ سیب میں مانع تکسیر اجزاء وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔یہ اجزاء آلودگی اور سگریٹ کے دھوئیں سے آلودہ پھیپھڑوں میں جذب ہوجاتی ہیں اور ان اجزاء سے پھیپھڑوں کو توانائی اور طاقت حاصل ہوتی ہے۔زیادہ سیب کھانے سے پھیپھڑوں کے فطری زوال کو ایک حد تک مکمل طور پر روکا جاسکتا ہے۔ماہرین صحت سیب اور ناسپتی کو ان صحت بخش پھلوں میں شمار کرتے ہیں جو ٹی بی جیسے مہلک مرض میں کسی بھی دوا سے بڑھ کر مفید ثابت ہوتے ہیں۔معالجین کا کہنا ہے کہ پھیپھڑوں کے امراض کو خوراک کے ختم کرنے کے لئے کئے گئے یہ تجربات بہت سودمند ثابت ہوئے ہیں۔

امراض قلب میں سیب کی افادیت

سیب دل کو بھی توانائی بخشتا ہے یہ پھل خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کرتا ہے، اور امراض قلب کے خطرات میں نمایاں کمی کرتا ہے۔جسم میں موجود زائد حرارے اور چکنائی ختم کرنے کے لئے روزانہ ایک عدد سیب کھانا بہت مفید ہے۔سیب کے بے شمار فوائد کے باعث ماہرین نے والدین پر زور دیا ہے کہ وہ بچوں کو مصنوعی میٹھی اشیاء کی جگہ سیب کھانے کی عادت ڈالیں کیونکہ سیب صحت کو قائم رکھنے اور جسم کو توانائی دینے کے لئے بہترین ہے۔

سیب بہترین ماؤتھ واش

سیب وہ واحد پھل ہے، جسے اگر مفید ترین ماؤتھ واش کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔روزانہ رات کو سونے سے قبل ایک عدد سیب خوب چباچبا کر کھایا جائے تو یہ دانتوں سے باریک غذاؤں کے ذرات بھی صاف کردیتا ہے۔دانتوں کو چمک دیتا ہے اور انہیں مضبوط بھی کرتا ہے۔دانتوں اور مسوڑھوں کی بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے سونے سے قبل سیب ضرور کھائیں۔یہ پھل دانتوں کی عمر میں اضافہ کرتا ہے، سیب کھانے سے دانت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور مسوڑھوں سے خون آنے کی شکایت بھی ختم ہوجاتی ہے۔ان تجربات سے قبل سیب کو صرف ایک توانائی بخش پھل خیال کیا جاتا تھا، اب سیب کو مختلف امراض میں کسی دوا سے بڑھ کر مفید سمجھا جارہا ہے۔معالجین کا

کہنا ہے کہ روزانہ ایک سیب کھائیں اور ڈاکٹر کو دور بھگائیں، صرف ایک مقولہ ہی نہیں بلکہ تجربات نے اس مقولہ کو صد فیصد سچ ثابت کر دیا ہے۔

سیب فولاد سے بھرپور پھل

سیب میں وافر مقدار میں موجود آئرن یعنی فولاد انسانی صحت کو مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ قلت خون کے شکار مریضوں کو معالجین روزانہ دو سیب کھانے کا مشورہ دیتے ہیں سیب واحد پھل ہے، جو جسم میں خون کی کمی کو فوری طور پر ختم کر کے قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ سیب میں حیاتین سی بھی کم مقدار میں موجود ہے۔ سیب سے بھرپور توانائی حاصل کرنے کے لئے اسے کھانے کے ساتھ ہی ایک گلاس سنگترے کا رس پیا جائے تو سیب سے حاصل ہونے والا فولاد فوری طور پر ہضم ہو کر خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ فولاد کو خون میں حل ہونے کے لئے حیاتین سی کی ضرورت ہوتی ہے۔ حیاتین سی سیب کو ہضم کرنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ دبلے پن کے شکار افراد روزانہ صبح ناشتے سے قبل ایک گلاس دودھ کے ساتھ سیب چھیل کر کھائیں اور ایک گھنٹے بعد ناشتہ کریں تو نقاہت اور کمزوری ختم ہو جاتی ہے۔

سیب جلد کیلئے بھی مفید ہے

سیب کا عرق جلد پر لگانے سے کھلے مسام بند ہو جاتے ہیں اور جلد کی صفائی کے لئے بھی سیب کا عرق استعمال کیا جاتا ہے۔ آدھی پیالی سیب کے عرق میں چند قطرے عرق گلاب اور زیتون کا تیل ملالیں، اس آمیزے کو نرم کپڑے یا روئی کی مدد سے پورے چہرے اور گردن پر نیچے سے اوپر کی جانب رخ پر لگائیں۔ آدھے گھنٹے بعد ٹھنڈے پانی سے منہ دھولیں۔ یہ ماسک تمام اقسام کی جلد کیلئے مفید ہے۔ یہ جلد کی نرمی اور لچک کی حفاظت کرتا ہے، سیب کھانے سے جلد پر بھی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ چہرے کی جلد کو تروتازگی شادابی عطا کرتا ہے۔ رنگت نکھارتا ہے، آنکھوں کے گرد موجود سیاہ حلقے جسم میں خون کی کمی کی نشاندہی کرتے ہیں، سیب کھانے سے حلقے اور چہرے کی جلد کا روکھا پن ختم ہو جاتا ہے۔

عورت

"دست قدرت کی کاریگری کا شاہکار ہے، رب ذوالجلال کے کمال کا گوہر ہے، ساز ہستی کی مضراب ہے، اشکوں کا دریا ہے، جذبات کا طوفان ہے، دنیا کی زینت ہے، دین کی جڑ ہے، تمدن کا گہوارہ ہے، یہ سب کچھ ہے، لیکن مظلومیت کا نشانہ ہے، آدم خاکی کے وجود سے ظہور اسلام تک ہر ملک، ہر قوم، ہر مذہب، ہر تہذیب، اور ہر زمانے سے عورت کا حق چھینا ہے، اس کے مقام کو پست ہی رکھا ہے، جس نے اپنے خون سے انسان کی افزائش کی، اس خاتون کو جو مہر و وفا، الفت و پیار، ہمدردی و ایثار کا مجسمہ ہوا ایسا سمجھا کہ گوا وہ انسانیت پر بار ہو۔ اس صنف نازک کو جس نے انبیاء، اولیاء، اصفیاء، اتقیاء، سقراط، ارسطو، افلاطون، قیصرو کسریٰ، سکندر ورستم کو جنم دیا، ذلت کی نگاہ سے ہی دیکھا، چاہے وہ وہ تہذیب یونان کی ہو یا روم کی، یا چین کی، یا مصر کی یا ہندوستان کی۔"

ملائیشیا کی دو اونچی عمارات

Petronas Towers

ڈاکٹر عزیز احمد عرسی

یہ دنیا کی خوبصورت ترین جڑواں عمارات ہیں، جن کی ملائیشیا کی عوام جنت تک پہنچنے والے دو میناروں سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ 452 میٹر بلند 1483 فٹ اونچی عمارات ہیں، جن میں 88 منزلیں ہیں۔ یہ عمارات 2004 کے آخری دن تک بھی دنیا کی سب سے اونچی عمارات کا اعزاز رکھتی تھیں۔ ان دونوں اونچائی کے اعتبار سے یہ عمارات دوسرا نمبر رکھتی ہیں۔ 1976 سے 1996 تک دنیا کی اونچی عمارت Sears Towers شکاگو، امریکہ تھی لیکن ملیشیا کے شہر کوالالم پور میں جب یہ عمارتیں تعمیر ہوئیں تو یہ اعزاز امریکہ سے ایشیا منتقل ہو گیا۔ Petronas Tower کی اونچائی اور خوبصورتی انسان کو دنگ کر دیتی ہے۔ جب یہ عمارت بن کر تیار ہو گئی تو ملیشیاء تہذیب کے علمبرداروں نے اس کو شہر کا دروازہ قرار دیا۔ جس کے بعد سے جب کبھی سیاح ان دو عمارتوں کے درمیان سے گزرتے ہیں تو ان کی کیفیت بدل جاتی ہے اس تصور کے بعد عوام کے چلنے کا انداز تبدیل ہو گیا اور شہریوں میں یہ احساس جاگنے لگا کہ وہ دنیا کے اس مقام پر رہتے ہیں، جہاں روئے زمین کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ کیونکہ اس عمارت کی سب سے اہم خصوصیت دو میناروں کے درمیان پل ہے۔ جو 41 ویں منزل پر دونوں عمارتوں کو ملاتا ہے۔ یہ پل 58.4 فٹ لمبا ہے اس کا وزن 750 ٹن ہے اور زمین سے 558 فٹ یعنی 170 میٹر بلندی پر معلق حالت میں موجود ہے۔ یہ اسٹیل کا برج ابتداء میں بند تھا لیکن اب عوام کے لیے کھول دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ دو مینار اور ان کو ملانے والا پل ایک نہایت خوبصورت اور اونچے دروازے کا منظر پیش کرتا ہے۔ اس کا آرکٹک Cesar Pelli ہے جس نے اس عمارت کو ڈیزائن کرتے ہوئے ملیشیا کی تہذیب، کلچر اور ثقافت کو سامنے رکھا جو اپنے اندر اسلامی اقدار رکھتی ہیں۔ اسی لیے اسی طرز تعمیر سے متاثر ہو کر فکشن نگاروں نے ان میناروں کے تعلق سے لکھا ہے کہ "ملائیشیا کے دو مینار کونی کھمبے (Cosmic Pillars) ہیں جو اوپر جنت تک پہنچتے ہیں۔" واقعی رات کے وقت ان عمارات کو دیکھیں تو آسمان تک پہونچنے والے دو نورانی مینار ہی نظر آتے ہیں۔ یہ اسٹیل اور کنکریٹ سے بنائی گئی عمارات جس میں 32,000 کھڑکیا ہیں۔ مکمل عمارت چونکہ زیادہ قوت والے کنکریٹ سے تیار کی گئی ہے۔ اسی لئے جب ہوا چلتی ہے تو بہت کم جھولتی ہے۔ اس عمارت کو بڑی محنت اور لگن سے Thomton Tomasetti اور Bersekutu انجینئروں نے بنایا۔ اس میں 8 ملین مربع فٹ کا شاپنگ علاقہ 4500 کاروں کے لئے پارکنگ کا انتظام ایک پٹرول پمپ، ایک مسجد اور دوسری اہم ضروریات فراہم کی گئی ہیں اس عمارت میں 36910 ٹن اسٹیل لگایا گیا ہے۔ جس کا وزن 3000 ہاتھیوں سے زائد ہوتا ہے۔ اس میں تیز ترین لفٹس لگائی گئی ہیں، جو فرش سے عرشی منزل تک صرف 90 سکنڈ میں پہونچتی ہیں۔ ان کی جملہ تعداد 76 ہے۔ ہر لفٹ میں بیک وقت 26 افراد سوار ہو سکتے ہیں۔ عمارت کے اوپر 242 فٹ اونچا کلس ہے، جو عمارت کی اونچائی کو دیدہ زیب بناتا ہے۔ کلس چونکہ عمارت کی اندرونی تعمیر میں شمار کیا جاتا ہے اسی لیے اس کو Sears